MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

رکھنے کا باقاعدہ دستور تھا۔ مالیہ کا انتظام جو قریباً تیس لاکھ تھا امرتسر کا ایک ساہوکار رامانند نامی کیا کرتا تھا جس کے سپرد امرتسر کی چونگی بھی تھی اور جو پنڈ داونخاں کی نمک کی کانوں کا ٹھیکہ دار بھی تھا۔ بھوانیداس نے جلدی اس حالت میں بہت سی اصلاح کردی یعنی فوج کے لئے بخشی خانہ قائم کیا اور دفتر مال علیحدہ مقرر کیا اور ان دونوں محکموں کا اُسے افسر بنایا گیا ٭

بھوانی داس کا بڑا بھائی دیویداس ۱۸۰۹ء کے اخیر زمانے میں اس کے پاس لاہور آگیا۔ دیوی داس احمد شاہ کے وزیر شاہ ولی خاں کے بیٹے وزیر شیر محمد کے پاس ملازم تھا۔ اپنے آقا کے قتل ہونے کے بعد وہ کچھ عرصہ روپوش رہا کیونکہ اسے خود اپنے قتل کا بھی خوف تھا۔ لیکن آخر کو بھاگا اور لکھنو کی طرف روانہ ہوا جہاں اس کے کنبے کو پناہ دینے کا وعدہ کیا گیا تھا مگر اثنائے راہ میں لاہور پہنچ کر کچھ رنجیت سنگھ کے اصرار کے سبب اور کچھ اپنے بھائی کا اعلےٰ عہدے پر ممتاز ہونا دیکھکر یہیں رہ جانے پر مائل ہوگیا۔ وہ محکمۂ مال میں بھوانی داس کے ساتھ کام کرنے لگا مگر دونوں میں سے کوئی کسی کا ماتحت نہ تھا اور اس لئے ان کی خوب نبھ گئی۔ دیوی داس اپنے بھائی کی سی قابلیت کا آدمی تھا بلکہ اس میں دیانتداری اُس سے بھی زیادہ تھی لیکن چونکہ وہ گوشہ نشین سا آدمی تھا اس لئے زیادہ نامور نہیں ہوا ٭

۱۸۱۰ء میں سنسار چند کے قلعہ کانگڑہ رنجیت سنگھ کو دیدینے اور پہاڑی رئیسوں کے زیر ہوجانے کے بعد بھوانی داس راجگان منڈی اور سکیت سے خراج وصول کرنے بھیجا گیا۔ ۱۸۱۶ء میں

دُرانی بادشاہ احمد شاہ کے وزیر اعظم شاہ ولی خاں کا داماد تھا دیوان تھا۔
حاجی عطا خاں کی وفات پر ٹھاکر داس احمد شاہ کی ملازمت میں داخل
ہو گیا۔ اس نے اس کو اپنا دیوان خاص بنایا اور مہر سلطنت اس کے
اہتمام میں دی۔ اس کے پاس بیشمار دولت اور وسیع اختیارات تھے
اور اس کا طرز بود و باش شاہانہ تھا۔ سنہ ۱۷۴۷ء میں وہ احمد شاہ بادشاہ
کے ہندوستان پر پہلے حملہ کے وقت بادشاہ مذکور کے ہمراہ آیا اور ملتان
کی فتح اور لوٹ کے بعد اس کو دوابہ جالندھر میں قیمتی جاگیر ملی۔ سنہ ۱۷۷۳ء
میں احمد شاہ کی جگہ اس کا بیٹا تیمور شاہ جانشین ہوا اور اسکی بیس سال
کی حکومت کے دوران میں ٹھاکر داس عہدۂ دیوانی پر بدستور مامور رہا۔
شاہ زماں کے پُر از مصائب عہد حکومت کے پہلے سال بھی یہ نوکری
کرتا رہا اور بڑی عمر پا کر سنہ ۱۷۹۴ء میں فوت ہو گیا۔

ٹھاکر داس کا تیسرا بیٹا بھوانی داس شاہ شجاع کے ہاں ایک اعلےٰ
افسر مال تھا۔ اس کی نوکری زیادہ تر ملتان اور ڈیرہ جات کے مالیہ وصول
کرنے پر لگائی گئی تھی اور سنہ ۱۸۰۸ء میں اُس سلوک سے جو دربار کابل اسکے
ساتھ کرتا تھا بیزار ہو کر اس نے کوشش کر کے رنجیت سنگھ کی ملازمت
حاصل کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ لاہور کی طرف روانہ ہوا اور بیان کیا جاتا
ہے کہ آتے ہوئے وہ مالیہ جو اس نے اکٹھا کیا تھا خزانہ میں داخل
کرنا بھول گیا۔ رنجیت سنگھ نے جس کے پاس سارے انپڑھ سپاہی
تھے اور جسے اپنا حساب رکھنے کے لئے ایک ایسے آدمی کی ضرورت
تھی جو قابل ہو اور معاملات مال میں قابلیت کی شہرت رکھتا ہو اسکی
آؤبھگت کی۔ اس زمانے میں ریاست لاہور کا نہ تو کوئی خزانہ اور نہ حسابات

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

نندلال

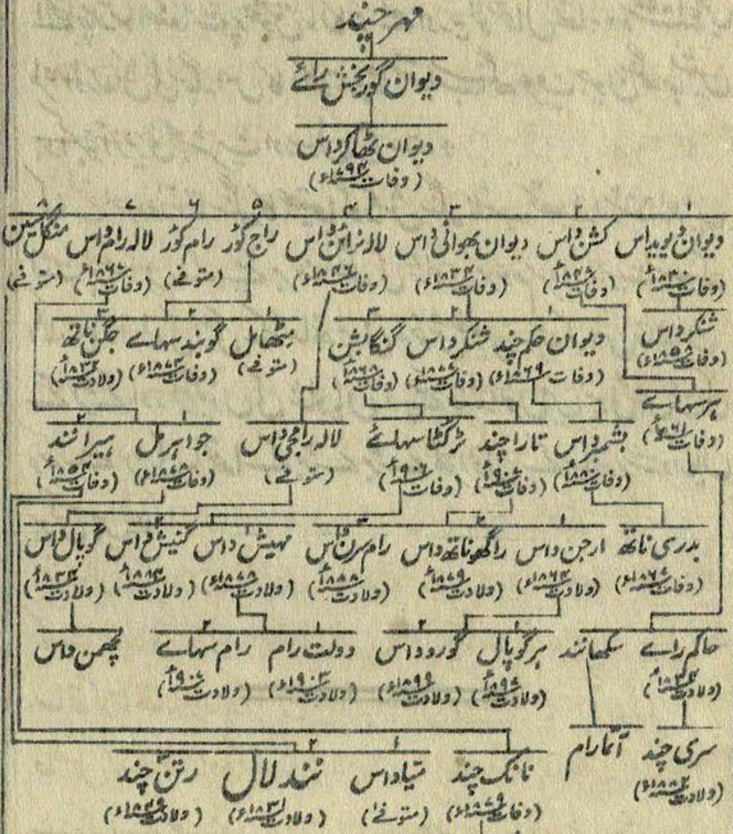

اس خاندان میں پہلے پہل گوربخش رائے نے کچھ فروغ پایا - وہ نواب ناصر خاں حکمران کابل و پشاور کا دیوان یا وزیر تھا اور اسے بڑا اقتدار حاصل تھا - اس کا بیٹا ٹھاکرداس حاجی عطا خاں کا جو مشہور و معروف

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

GSL

یہ پدھانہ میں رہا کرتا تھا اور ۲۵ مواضعات کا آنریری مجسٹریٹ تھا۔ اس کو سردار کا خطاب دیا گیا اور حضور وائسرائے کی دستخطی سند عطا کی گئی۔ ہردت سنگھ کی وفات پر خاندان کو جاگیر کی آمدنی ملنی بند ہو گئی مگر سردار کے چار مواضعات پر حقوق مالکانہ تھے اور یہ خوشحال تھا۔ وہ ۱۸۹۶ء میں مرا اور اس کی جگہ اس کا اکلوتا بیٹا فتحیاب سنگھ عرف جیون سنگھ جانشین ہوا جو آنریری مجسٹریٹ اور سول جج ہے +

سردار آتما سنگھ کا بھتیجا گوربخش سنگھ نائب تحصیلدار ۱۸۸۲ء میں فوت ہوا۔ اس کے بیٹے ہرنند سنگھ کی شادی مرحوم سردار اجیت سنگھ اٹاری والے کی لڑکی کے ساتھ ہوئی۔ خوش نصیبی ہے کہ اس خاندان کے لڑکے اور لڑکیوں کی شادیاں اچھے خاندانوں میں ہوئی ہیں جن کی وجہ سے ان کی مانجھا کے بڑے بڑے گھرانوں کے ساتھ رشتہ داریاں ہو گئی ہیں +

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
GSL

مگر سردار جوالا سنگھ کے سوا ے کسی نے پرواہ بھی نہ کی - سردار اس کا تمام قصہ سُن کر جرأت کر کے مہاراجہ کے سامنے گیا اور اُس کی بجاے آپ سارا جرمانہ ادا کر دینے کا وعدہ کر کے التجا کی کہ اُس کی سزا معاف کر دی جاے - رنجیت سنگھ نے مان لیا اور چونکہ اُس کو فیاضی اور شرافت طبیعت کی قدر نہ تھی اس لئے جرمانے کا ایک ایک روپیہ جوالا سنگھ سے وصول کر لیا جسے جیسا کہ خیال تھا دیوان بساکھا سنگھ نے بھی پیچھے کچھ ادا نہیں کیا - اس کی فیاضی کی دوسری مثال کے طور پر یہ بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ اس نے پدھانہ کے آبائی گاؤں میں اپنی قوم یعنی سندھوؤں سے کبھی معاملہ یا کوئی کرایہ وصول نہیں کیا *

جوالا سنگھ کی وفات پر مہاراجہ نے اس کی جاگیر کا بہت سا حصہ ضبط کر لیا کیونکہ سردار کا اکلوتا بیٹا ہروت سنگھ نالائق آدمی تھا اور گو وہ دربار میں حاضر ہوا کرتا تھا مگر کسی فوج کا افسر ہونے کے قابل نہ تھا - تاہم اس کے پاس ۲۷،۴۲۵ روپیہ مالیت کی جاگیر بن رہیں جن پر ایک سو سوار خدمت کو دینے کی شرط تھی - ۱۸۴۸ء میں جب سردار چتر سنگھ اٹاری والے نے ہزارے میں بغاوت کی تو یہ خدمتی سوار اُسکے ساتھ تھے ان میں سے اکثر آدمی اپنی سرکار کے نمک حلال رہے اور پنجاب کے الحاق کے موقع پر ہروت سنگھ اور اُس کی والدہ کے نام ۹۰۰ روپیہ سالانہ کی جاگیر قائم رہی *

۱۸۶۰ء میں ہروت سنگھ ایک لڑکا سادھو سنگھ چھوڑ کر فوت ہوا جو ۱۵ سال کی عمر میں بزمانہ طالب علمی لاہور کالج فوت ہو گیا - سادھو سنگھ کی وفات پر کاہن سنگھ کا بیٹا سردار آتما سنگھ خاندان کا بزرگ تسلیم کیا گیا -

MINISTRY OF CULTURE • GOVERNMENT OF INDIA

CSL

وجہ سے جوالا سنگھ سے زیادہ مشہور ہو۔ اس کے چچیرے بھائی کاہن سنگھ کی جو بہت مفلسی کی حالت میں مرگیا نوعمر لڑکی جوالا سنگھ نے متبنیٰ کر لی تھی اس کو بڑا جہیز دیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ اُس کی شادی پر ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا۔ اپنی اخیری بیماری کے شروع میں اس نے اتنا ہی روپیہ فقیروں اور برہمنوں کو خیرات دیا۔ یہ اپنے خاندان کے لوگوں کی نسبت اجنبیوں کے ساتھ کم فیّاضی نہ کرتا تھا جیسا کہ مفصلۂ ذیل قصے سے ظاہر ہوگا۔ جب شہزادہ شیر سنگھ کا انتظام کشمیر خاص طور پر ناقص ثابت ہوا اور مہاراجہ کو فکر ہوا کہ کس شخص پر غصہ نکالے تو اور آدمیوں کے ساتھ شہزادہ کا اعلےٰ کارندہ دیوان بساکھا سنگھ چپیاری والا بھی لاہور بُلایا گیا اور یہ ظاہر کرکے کہ وہ حسابات جو اس نے پیش کئے ہیں جعلی ہیں اسکے خلاف بغیر کوئی ثبوت تحقیق کئے ۱۲۵۰۰۰ روپیہ جرمانہ کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ دیوان مذکور مستحق تھا کہ اُس پر یہ جرمانہ کیا جاے کیونکہ اُس زمانے میں سکھ سردار کشمیر کو یہ سمجھتے تھے کہ یہ ایک بھیڑوں کا گلہ بھیڑیوں کی حفاظت میں ہے مگر دیوان نے گزارش کی کہ مجھ میں یہ جرمانہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں ہے اس پر مہاراجہ نے یہ حکم دیا کہ اسکے اُس وقت تک کوڑے مارے جائیں جب تک وہ یہ نہ بتادے کہ اس نے اپنی دولت کہاں چھپائی ہے۔ چنانچہ بدقسمت دیوان کو مہاراجہ کی خدمت سے کھینچ کر باہر لے آئے اور اسی طرح ڈیوڑھی تک پہنچایا جہاں راجہ دھیان سنگھ۔ جوالا سنگھ اور بہت سے اَور سردار بیٹھے تھے۔ جب دیوان بساکھا سنگھ نے ان کو دیکھا تو التجا کی کہ مہاراجہ سے اُس کی سفارش کریں اور اُن کے آگے گِڑگڑایا اور کہا "میں تمہاری گاے ہوں مجھے بچالو"

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

سردار ایسا مجروح ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا۔ رنجیت سنگھ کو اس کی وفات کا بہت افسوس ہوا اور اس نے مت سنگھ کے بیٹے جوالا سنگھ کے ساتھ دوستانہ برتاؤ کرنے کا عہد کر لیا۔ چنانچہ اُس کے نام اُس کے باپ کا کل علاقہ بحال رکھا اور اس کے علاوہ سوا لاکھ کی نئی جاگیر ہری پور گلیر ضلع کانگڑہ میں بخشی +

سردار جوالا سنگھ بہادر اور قابل آدمی تھا وہ ۱۸۱۸ء میں ملتان کی فتح کے موقع پر موجود تھا اُس نے مانکیرہ۔ ٹیری۔ کوٹ کپورا اور کشمیر میں بھی کارہائے نمایاں کئے اور ایک موقع پر جبکہ اٹک کا قلعہ اس کے اہتمام میں تھا تو اس نے چند سو سواروں کے ساتھ تمام فوج افغان کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ ۱۸۲۹ء میں اسے فالج ہو گیا اور گو ۱۸۳۵ء تک زندہ رہا مگر بیماری نے اس قابل نہ رکھا تھا کہ میدان جنگ میں کام کر سکے یا دربار میں حاضر ہو سکے۔ کہتے ہیں کہ یہ بیماری اُس کو اس طرح سے ہوئی تھی کہ کانگڑہ کے قلعے کی فوج باغی ہو گئی اور چونکہ اسے فوج عزیز رکھتی تھی اس لئے مہاراجہ نے اسے بھیجا کہ اُن کو سمجھا بجھا کر راہ راست پر لائے۔ قلعہ اس قدر مضبوط تھا کہ بزور سر نہ ہو سکتا تھا پس جوالا سنگھ کو مجبوراً فہمائش ہی کرنے پر اکتفا کرنی پڑی اور آخر کامل معافی کا پختہ عہد کر کے اُس نے باغیوں کو اطاعت پر مائل کر لیا مگر مہاراجہ نے جوالا سنگھ کے اقرار و مدار کا کچھ خیال نہ کیا۔ سرغنوں کو مار دیا اور دوسرے باغیوں کو سزائے جرمانہ و تنزلی دی۔ مہاراجہ کے اس فعل سے جوالا سنگھ کو جس نے اس بدعہدی کو اپنی عزت و شرافت کے خلاف سمجھا اس قدر غم ہوا کہ اُس کو یہ بیماری ہو گئی جس سے وہ جانبر نہ ہوا +

سکھ سرداروں میں ایسا کوئی بھی نہیں جس کا نام بخشش اور فیاضی کی

GSL

ایک کمیٹی جمع کی - راجپوت تو اس پیوند کو اپنی ذلت سمجھتے تھے مگر جاٹوں نے جن کا سرگروہ چنگا تھا اس کو منظور کر لیا اور شادی ہو گئی - اکبر نے ان ۳۵ آدمیوں کو اراضیات اور خطابات دیئے اور انہیں کی اولاد میں سے پنجاب کے تمام مقتدر جاٹ خاندان ہوئے ہیں چنانچہ اسی سبب سے ابھی تک جاٹوں کے اعلےٰ خاندان "پینتیس" (۳۵) اور راجپوتوں کے اعلےٰ خاندان "چھتیس" (۳۶) کہلاتے ہیں - چنگا اپنی پہلی عادات اور وضع کے سبب سے اُمیدی تھی کہ چھتیس میں ہوتا مگر نہیں وہ جاٹوں کے شمار میں پایا گیا - اس کا خاندان اتنے عرصے تک جاٹ کاشتکار رہا تھا کہ ان کے راجپوتی تعصبات بالکل جاتے رہے تھے - چنگا بڑا مقتدر آدمی تھا اور اس کا بیٹا بھی اسکی جگہ مقتدر رہا مگر پوتا دیبا وس جہانگیر کے عہد حکومت میں ایک خون کے مقدمے کی وجہ سے چودھری کے منصب سے معزول کر دیا گیا +

جب سکھوں کو عروج ہوا تو سکھا سنگھ جو اُس وقت خاندان کا رئیس تھا مع اپنے دو بیٹوں صاحب سنگھ اور مت سنگھ کے سکھ ہو گیا مت سنگھ تو سردار مہان سنگھ سوکر چکیہ کی اور صاحب سنگھ سردار گوجر سنگھ والیِ لاہور کی ملازمت میں داخل ہوا - سوکر چکیہ سردار سے مت سنگھ نے ۱۲۰۰۰ کی مالیت کی جاگیر حاصل کی اور جب مہان سنگھ مر گیا تو یہ نوجوان رنجیت سنگھ کی قسمت سے وابستہ ہو گیا اور ۱۷۹۹ء میں لاہور کی فتح میں اس کے ساتھ شریک تھا - بعد ازاں قصور کی مہم میں ہمراہ گیا اور اپنے آقا کا بڑا منظور نظر ہو گیا جس نے اسے بہت سی بیش بہا جاگیریں دیں - ۱۸۱۴ء میں جبکہ سپاہ کشمیر کی مہم سے واپس آرہی تھی تو یہ عقب کا افسر تھا - اس فوج پر کشمیری قبائل نے دُہری صف بنا کے چھاپا مارا اور بڑی سختی کی - خود

یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے بزرگ پہلے پہل کس طرح سے افغانستان میں آباد ہوئے مگر اغلب ہے کہ یہ اُن بیشمار ہندو قیدیوں میں سے تھے جن کو سلطان محمود مہم ہائے ہندوستان کے بعد اپنے ساتھ لے گیا تھا اور ان کی ایک بڑی بستی غزنی کے نئے اور خوبصورت دار الخلافہ میں بسائی تھی۔ بعض سندھو جاٹوں کا بیان ہے کہ وہ غزنی جس سے ان کے بزرگ نقل مکان کر کے آئے تھے جنوبی ہندوستان میں ایک شہر تھا مگر یہ روایت قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت ہے +

چنگا جو سندھو سے تیرھویں پشت میں ہوا ہے ایک با رسوخ چودھری تھا اور اس نے لاہور سے قریباً پندرہ میل جنوب مشرق کی جانب موضع پڑھانہ آباد کیا جہاں یہ خاندان ابھی تک آباد ہے۔ وہ اُن تیس جاٹ چودھریوں اور سرداروں کا سرگروہ تھا جو میر متا دھاری والہ میندار دو لاکانگڑہ نزد ووڈنی ضلع فیروزپور کی لڑکی سے شہنشاہ اکبر کی شادی کی قرارداد کرنے اکبر کے پاس گئے تھے۔ شہنشاہ نے اس لڑکی کو جو نہایت خوبصورت تھی پہلے پہل گاؤں کے کنوئیں پر دیکھا تھا۔ اُس وقت اُس کے سر پر ایک گھڑا پانی کا تھا پھر بھی اس نے ایک بچھڑے کی رسّی پر جو بھاگا جاتا تھا پاؤں رکھ دیا اور جب تک اُس کا مالک نہ آپہنچا اُسے ہلنے نہ دیا۔ اکبر اس طاقت اور حکمت کے کام سے ایسا خوش ہوا کہ اس نے اُس کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر اُس کے باپ نے اپنی قوم کی مرضی کے بغیر اس عزت کے حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ اُس نے اس امر کو طے کرنے کے لئے ۳۵ جاٹ اور ۳۶ راجپوت کل ۷۱ نمبرداروں اور چودھریوں کی

GSL

فتحیاب سنگھ المعروف جیون سنگھ پدھانیہ

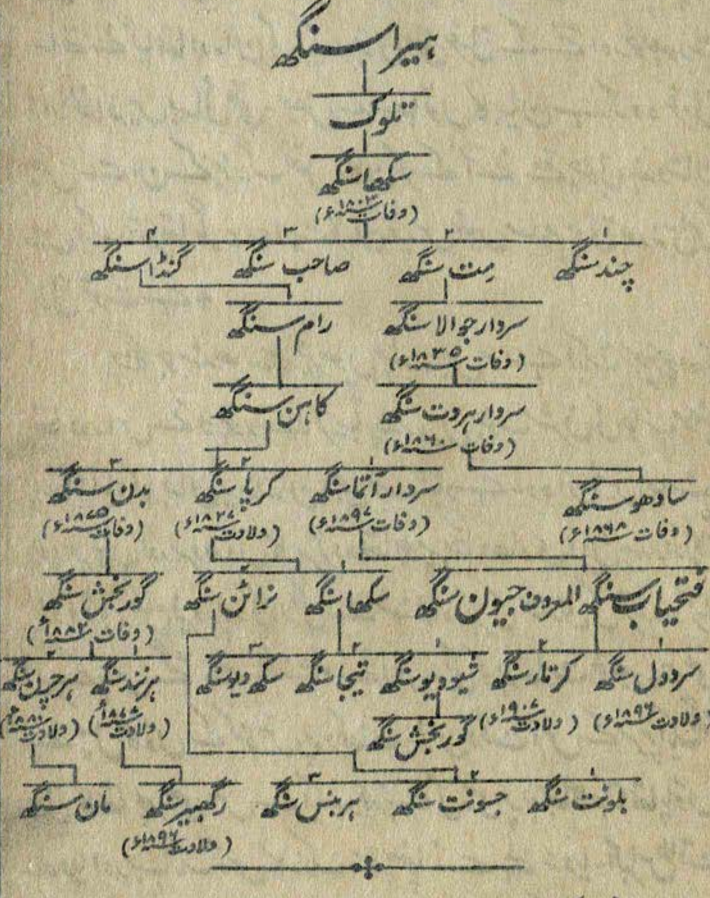

ماںجھا کے اعلےٰ جاٹ خاندانوں میں خاندان سندھو بھی ہے اور جیون سنگھ اسی خاندان سے تعلق رکھتا ہے بظاہر اس کا بانی سندھو راجپوت نسل سے تھا مگر تیرھویں صدی میں غزنی واقع افغانستان سے نقل مکان کر کے ماںجھے میں آ گیا اور اپنے خاندان سمیت وہیں آباد ہو گیا۔

MINISTRY OF CULTURE • GOVERNMENT OF INDIA

سردار ہرچرن سنگھ رئیسِ پدھانہ

Sardar Harcharan Singh Padhania.

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

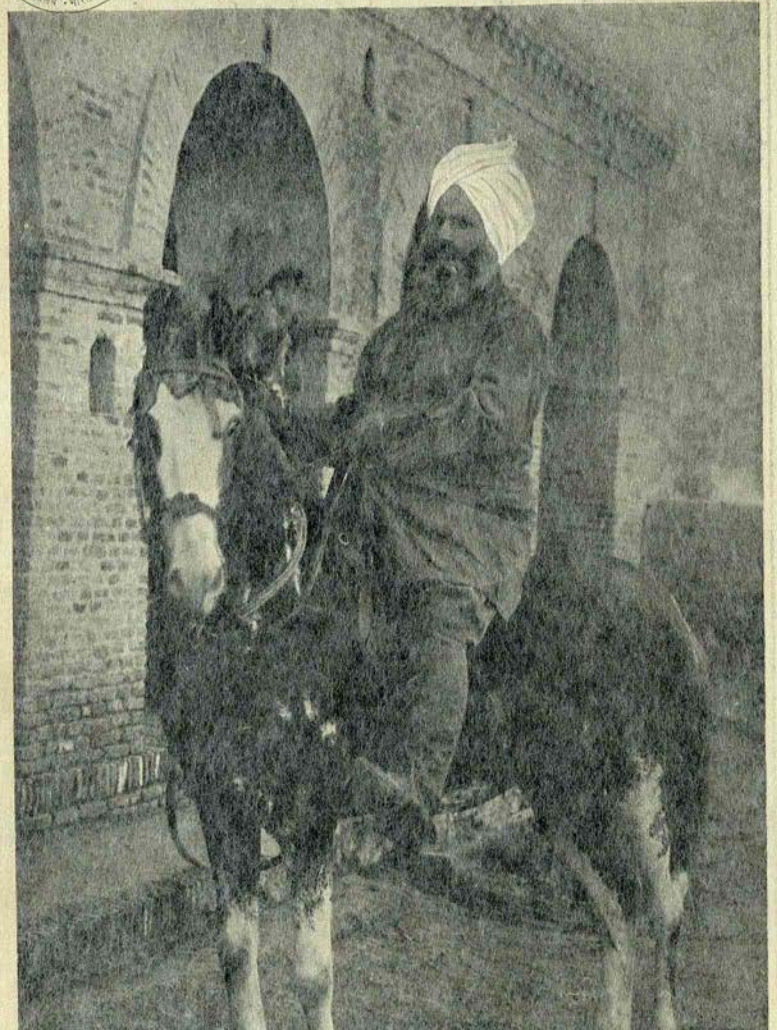

سردار جیون سنگھ پدھانیہ رئیس اعظم پدھانہ

Sardar Jiwan Singh Padhania.

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

والے پانچسو ایکڑ کے عطئے کے علاوہ جو اب آبادی چناب کا حصہ بن گیا ہے بہت سی زرعی جائداد ہے۔ دوسری جائداد میں مفصلۂ ذیل کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:۔ ایک موضع جس کی پیمائش گیارہ ہزار ایکڑ ہے گوجرانوالہ میں۔ ایک اور موضع جس کی پیمائش تین سو ایکڑ ہے شاہ پور میں اور لائلپور کے ایک موضع میں چھ سو ایکڑ زمین۔ قریباً دو لاکھ کی مالیت کے مکانات اور اراضی لاہور میں۔ امرتسر، لائلپور، سانگلہ اور سلانوالی میں سکنی جائداد۔ نو مواضعات کشمیر میں جن کا رقبہ قریباً دو ہزار ایکڑ ہے۔ علاوہ ازیں سری نگر میں مکانات اور باغات ہیں۔ اس خاندان کی ملکیت میں ریاستہائے جموں اور بہاولپور کی بھی تھوڑی سی زمین ہے *

پنڈت بال کشن کوّل*

مادھو کوّل

۲۲ پشتیں

ہر کوّل

بال کوّل

لال کوّل
(وفات ۱۸۲۹ء)

راجہ پنڈت سورج کوّل سی۔ آئی۔ ای
(وفات ۱۹۰۱ء)

پنڈت بال کشن کوّل (ولادت ۱۸۶۶ء) | پنڈت ہری کشن کوّل (ولادت ۱۸۶۹ء) | رائے صاحب دیوان دیا کشن کوّل (ولادت ۱۸۷۲ء)

اوتار کشن کوّل (ولادت ۱۸۹۱ء) | سری کشن کوّل (ولادت ۱۸۹۶ء) | شیو کشن کوّل (ولادت ۱۸۹۲ء) | مہندر کشن کوّل (ولادت ۱۹۰۶ء) | راجندر کشن کوّل (ولادت ۱۸۹۴ء)

پنڈت بال کشن کوّل اس خاندان کا سر کردہ ہے اور اسے کشمیر کے قدیم ترین خاندانوں میں ہونے کا دعوےٰ ہے۔ پنڈت بال کشن کے دادا پنڈت لال کوّل کے نام مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر کی وہ جاگیر مستقل طور پر کردی تھی جو مغل شہنشاہوں نے اس کے بزرگوں کو دے رکھی تھی اور امیرانِ کابل نے بحال رکھی تھی۔ پنڈت لال کوّل نے پنڈت پرکاش کاکرو کی جو شاہی خاندان کابل کے عہد حکومت میں کشمیر کا ناظمِ دوم تھا اکلوتی

*یہ تواریخ پہلی کتابوں میں نہیں ہے۔

MINISTRY OF CULTURE • GOVERNMENT OF INDIA
CSL

رائے صاحب دیوان دیاکشن کوئل سی آئی ای

Rai Sahib Diwan Daya Kishen Kaul, C.I.E., of Lahore.

MINISTRY OF CULTURE • GOVERNMENT OF INDIA
CSL

رائے بہادر پنڈت ہری کشن کول

Rai Bahadur Pandit Hari Kishen Kaul of Lahore.

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
GSL

رائے صاحب ڈاکٹر بالکشن کول رئیس لاہور

Rai Sahib Dr. Bal Kishan Kaul, of Lahore.

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

راجہ پنڈت سورج کول سی آئی ای سرگباشی

The late Raja Pandit Suraj Kaul, C.I.E., of Lahore.

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

جو اس نے ۱۸۶۱ء میں چھوڑی جب کہ پولیس مذکور تخفیف کر دی گئی۔ اس کے بیٹے سندر سنگھ کو علاوہ دوسری زرعی اراضی کے نہر چناب پر گیارہ مربعے زمین عطا ہوئی ہے - اس خاندان کی سکونت موضع موکل ضلع لاہور میں ہے - اس موضع کے نصف حصے پر ان کے حقوق مالکانہ ہیں اور اس کے علاوہ قلعہ جیونت سنگھ کے تین حصے اور سلطانکی کی بہت سی اراضی ان کے قبضے میں ہے - اس خاندان کے سکھ اور مسلمان اراکین کی آپس میں صفائی نہیں ہے ۔

CSL

جب چین کی لڑائی چھڑی تو گودڑ سنگھ نے اپنی خدمات پیش کیں مگر فین صاحب کے رسالے میں کوئی خالی جگہ نہ رہی تھی اس لئے انکار کر دیا گیا۔ جس زمانے میں مانا سنگھ کو اراضی عطا ہوئی اسی زمانے میں گودڑ سنگھ نے بھی رکھ مدکی میں پچاس ایکڑ زمین حاصل کی۔ یہ موضع کھٹھہ جالو کی تحصیل چونیاں ضلع لاہور کا ذیلدار تھا۔ مانا سنگھ کی وفات پر اسکی درباری کرسی گودڑ سنگھ کو عطا کی گئی اور چونکہ یہ خاندان کی بڑی شاخ کا سردار تھا اس لئے سارے خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا تھا۔ اس کا انتقال ۱۸۹۳ء میں ہوا۔ اس کے بیٹے تیجا سنگھ نے بھی اپنا مذہب بدل لیا ہے اور اب اس کا نام عبدالرحمن خاں ہے۔ وہ پنجاب کے محکمہ انہار میں ڈپٹی کلکٹر ہے جس میں اس کی ملازمت تیس سال سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اس کی لمبی ملازمت جس میں اس کا کام ہمیشہ افسروں کے پسندیدہ رہا۔ اور عام لیاقت کی وجہ سے اسے سنہ ۱۹۰۶ء میں خان بہادر کا خطاب عطا کیا گیا ہے۔ موضع موکل اور دوسرے مواضعات کی ۲۶۸ ایکڑ اراضی پر اسکی ملکیت ہے اور چونکہ یہ خاندان کی بڑی شاخ کا اعلےٰ رکن ہے اس لئے اسے کل خاندان کا سرکردہ خیال کرنا چاہیئے۔ اس کا سب سے بڑا لڑکا جمیل اللہ محکمہ نہر میں ہے اور تیسرا لڑکا فقیر اللہ بی اے نائب تحصیلدار ہے۔ مقدم سنگھ بھی رسالدار تھا اور اسے ملازمت سے پنشن پا کر علیحدہ ہونے پر ۱۰۰ ایکڑ اراضی عطا کی گئی اور سلطانکی ضلع لاہور کا ذیلدار مقرر کیا گیا۔ اس کے دونوں بیٹے فوت ہو چکے ہیں جن میں سے ایک یعنی کشن سنگھ بنگال کے رسالہ ۱۱ میں دفعدار تھا۔

مانا سنگھ کا بھائی بُڈھا سنگھ بندہ پولیس میں دفعدار تھا

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

GL

۱۸۵۸ء میں مانا سنگھ بندہ فوجی پولیس میں رسالدار بنایا گیا جہاں وہ ۱۸۶۱ء تک رہا۔ ستمبر ۱۸۵۹ء میں جس طریقے سے کہ اس نے اپنے ترپ کو بہت سے دشمنوں کے مقابلے میں بڑھایا اس کے باعث اسکی بڑی ناموری ہوئی۔ اس موقع پر اس کے سر میں زخم آگیا اور اس کا گھوڑا زخمی ہو کر بیکار ہو گیا مگر وہ ایک اور گھوڑے پر سوار ہو کر لڑائی اور تعاقب کے وقت سب کے آگے ہی رہا۔ ۱۸۶۱ء میں جب کہ فوجی پولیس کے تخفیف میں آجانے کی وجہ سے وہ نوکری سے علیحدہ ہوا تو اسے موضع موکل کے گرد و نواح کے اٹھائیس مواضعات کا ذیلدار یا آنریری پولیس مجسٹریٹ بنا دیا گیا اور ۱۸۶۲ء میں اسے چونیاں کے قریب رکھ مدکی میں ۷۲۰ ایکڑ افتادہ زمین عطا کی گئی۔ مانا سنگھ ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا نرائن سنگھ اس کی جگہ ذیلدار اور نمبردار بنا اور ۱۹۰۰ء میں فوت ہو گیا۔ اس کے دوسرے دو بیٹے پرتاب سنگھ اور لابھ سنگھ مسلمان ہو گئے۔ اول الذکر کا جو اضلاع لاہور اور حصار کی ۲۰۰ ۲ ایکڑ اراضی کا مالک ہے اور جسے نہر چناب پر ۵۶۰ ایکڑ اراضی بھی عطا ہوئی ہے اب بشیر احمد خان نام ہے۔ یہ محکمۂ انہار پنجاب میں ملازم رہا اور ڈپٹی کلکٹر ہو کر تیس سال کی ملازمت کے بعد ۲۰۰ ماہوار پنشن پر اپنی ملازمت سے علیحدہ ہوا ہے۔ یہ زراعت کے متعلق بہت سی کتابوں کا مصنف ہے اور اس نے خاندان موکل کی تاریخ بھی لکھی ہے۔ لابھ سنگھ کا نام اب محمد عمر ہے اور یہ ذیلدار ہے۔ گودڑ سنگھ ہڈسن صاحب بہادر کے رسالہ میں رسالدار تھا جس میں یہ دو سال سے زیادہ عرصے تک قابل تعریف خدمات کرتا رہا اور ۱۸۶۰ء میں رسالہ مذکور کے ٹوٹنے پر اپنی ملازمت سے علیحدہ ہوا۔

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

اور جاگیر دے دی۔ سردار گورمکھ سنگھ کے دل پر اس بات کا ایسا اثر ہوا کہ وہ
تھوڑا عرصہ بعد ۱۸۴۴ء میں اسی رنج میں مر گیا۔ جب پنجاب کی پہلی لڑائی شروع
ہوئی تو سرداران بیلا سنگھ اور سورجن سنگھ دو سو سوار ساتھ لیکر سکھ فوج سے
مل گئے اور اس حصۂ فوج میں شامل تھے جو مدکی اور فیروزشاہ کی طرف
بڑھا۔ یہ دونوں سبراؤں کی لڑائی میں بھی موجود تھے جس میں بیلا سنگھ سخت
زخمی ہو گیا اور کشتیوں کا پل توڑ دیا جانے کے بعد اس بات کی لاحاصل
کوشش کرتا ہوا کہ پایاب گزر جائے دریائے ستلج میں ڈوب گیا۔ اس کے
نوکر کئی روز تک اس کی لاش تلاش کرتے رہے مگر نہ پا سکے۔ جب راجہ
لال سنگھ لاہور میں عہدۂ وزارت پر مستقل ہوا تو سردار بیلا سنگھ کی قریباً نصف
جاگیریں ضبط ہو گئیں مگر اس پر بھی سورجن سنگھ کے واسطے ۶۲۸۰۰ روپے
مالیت کی جاگیریں رہیں جن میں ۴۹۸۰۰ کی ۱۶۰ سوار خدمات کے
لئے دینے کی شرط پر تھیں۔ سورجن سنگھ یہ جاگیریں ۱۸۴۹ء تک لیتا رہا۔
مگر پھر وہ اپنے چچیرے بھائی خزان سنگھ کے ساتھ مفسدوں میں شامل ہو گیا
اور جاگیر مذکور ضبط ہو گئی البتہ رنگیل پور کی جاگیر جو ۱۰۰۰ کی مالیت کی
تھی اور جو سردار گورمکھ سنگھ کی وفات پر اس کی بیوہ اور لڑکی کے گزارے
کے لئے ملی ہوئی تھی ضبطی سے بچ گئی اور بیوہ مذکور کے نام قائم رہی۔
خزان سنگھ کو ۴۵۰ روپیہ اور مقدم سنگھ کو ۲۰۰ روپیہ پنشن ملی۔ سورجن سنگھ
کی پنشن جو ۱۲۰۰ روپیہ تھی مارچ ۱۸۶۴ء میں اس کی وفات پر ضبط ہو گئی۔
اس کا بیٹا چتر سنگھ اس کی جگہ اعلےٰ نمبردار بنا جس نے ۱۸۶۹ء میں
مسلمان ہو کر اپنا نام بدل کر فتح دین رکھ لیا۔ اس کی مسلمان بیوی کے
بطن سے اس کے تین لڑکے ہیں ۔

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

مہاراجہ نے انہیں بنگیل پور کی ۲۵۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیر عطا کی اور جوند سنگھ کو جس نے اپنے آپ کو خاص طور پر ممتاز کیا تھا ضلع گجرات کے پانچ مواضعات ۳۰۰۰۰ کی مالیت کے اس شرط پر عطا کئے کہ یہ ۱۵۰ سوار خدمات کے لئے دیا کرے اور اس کے بھائی اس کے ماتحت رکھے گئے۔ ۱۸۴۸ء میں اس نے ملتان میں اور دوسرے سال کشمیر میں خدمات انجام دیں۔ اور آخر الذکر مقام پر اس کے پہلو میں برچھی سے سخت زخم آگیا جس کی وجہ سے اسے کشمیر کے مالیہ میں سے ۲۵۰۰ روپیہ سالانہ ملنا مقرر ہوا۔ ایک زمانے میں اس خاندان کی جاگیر کی مالیت ۱،۳۵،۰۰۰ روپیہ تک پہنچ گئی تھی جس میں وہ ۲۰۰۰ روپیہ بھی شامل ہے جو ان کو ان کے نامہربان رشتہ دار لال سنگھ کی جاگیر میں سے ملتا تھا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات واقع ۱۸۳۹ء اور جوند سنگھ کی وفات واقع ۱۸۴۰ء کے بعد خاندان موکل کی جاگیریں ویسی کی ویسی ہی رہیں اور چونکہ ۱۸۳۶ء میں علاقہ آپس میں تقسیم ہوگیا تھا اس لئے وہ جاگیریں جو جوند سنگھ کو خاص طور پر ملی ہوئی تھیں اس کے دو بیٹوں بیلا سنگھ اور گورکھ سنگھ کے نام واگزار ہوگئیں مگر اڑھائی سو سوار جو وہ خدمات کے لئے دیا کرتے تھے بڑھا کر تین سو کر دئے گئے اور ان بھائیوں کو شہزادہ نونہال سنگھ کے ماتحت کر دیا گیا۔ ان بھائیوں کا آپس میں اتفاق نہیں رہا۔ بڑے بھائی کو چھوٹے پر شک ہوگیا کہ اس کی خواہش نہ صرف یہ ہے کہ خاندانی جاگیر کا حصّہ اس سے زیادہ حاصل کرلے بلکہ یہ کہ اس کی جگہ سردار بھی وہی بن جائے۔ اس موقع پر راجہ ہیرا سنگھ وزیر تھا جس نے سردار بیلا سنگھ سے ۲۰۰۰۰ روپیہ بطور نذرانہ لے کر اسے مستقل طور پر سردار بنا دیا

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

خاندانِ موکل

سندھو جاٹ ذات کے خاندانِ موکل کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہدِ حکومت میں بڑا اقتدار حاصل ہوا۔ سکھ سرداروں میں بھی یہ خاندان نیا خیال کیا جاتا ہے اور اس کے اراکین نے اپنی ہوشیاری اور چالاکی سے نہیں بلکہ زیادہ تر میدان جنگ میں اپنی شجاعت اور طاقت دکھا کر اراضیات اور دولت حاصل کی ہے ؞

سوندا سنگھ ایک دیہاتی جاٹ تھا جس کے سات بیٹے تھے اُن میں سے صرف دو کا شجرۂ نسب یہاں اس لئے دیا گیا ہے کہ فقط اِنہی دونوں کی اولاد نے نام پیدا کیا تھا۔ سوندا سنگھ کی صرف ایک لڑکی کوڑاں نامی تھی جس کی شادی اس نے سردار لال سنگھ سے جو پاکپٹن کے نواح کا ایک جاگیردار تھا کر دی۔ لال سنگھ نے اپنے سالوں کو اپنے پاس ملازم رکھ لیا اور یہ اس کی قزاقی کی مہموں میں اس وقت تک اس کی جلو میں جاتے رہے جب تک کہ کوڑاں نے اس بات پر رشک کھا کر کہ اس کے بھائی اس کے خاوند سے کم حیثیت ہیں ان کو نکلوا نہ دیا۔ جوند سنگھ اپنے پانچ چچیرے بھائیوں کے ساتھ لاہور آگیا اور رنجیت سنگھ کی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ کچھ عرصہ تک کسی کی توجہ ان کی طرف نہیں ہوئی مگر بیسہ کی خونریز لڑائی میں جو جولائی ۱۳؍۱۸۱۳ء میں دیوان محکم چند اور افغان وزیر کے درمیان اٹک کے قریب ہوئی ان چچیرے بھائیوں نے جن میں سے چھ اس لڑائی میں شامل تھے بہادری اور شجاعت کے ایسے کارہائے نمایاں کئے کہ

195

خاندانِ موکل

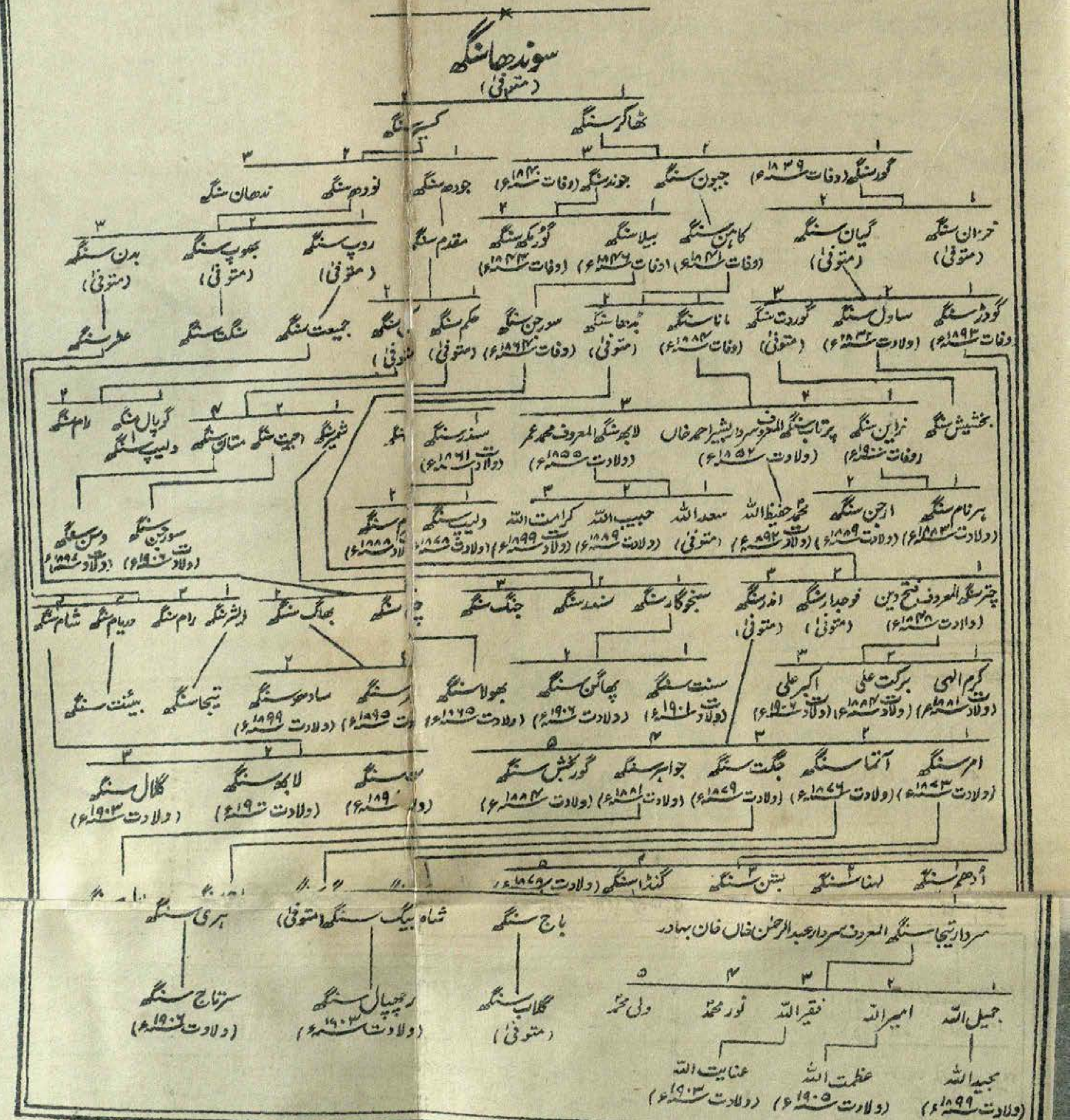

۱۹۶

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

شرم سنگھ موکل

Sharam Singh Mokal

سردار سندر سنگھ موکل رئیس لاہور

Sardar Sundar Singh Mokal of Lahore

خان بہادر سردار عبدالرحمن خان موکل رئیس لاہور

Khan Bahadur, Sardar Abd-ur-Rahman Khan Mokal of Lahore

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

بڑا بیٹا دوارکا ناتھ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھا مگر اپنے باپ کے بعد صرف دو سال جیا۔ اس کی وفات کے بعد دیوان شنکر ناتھ کا دوسرا بیٹا پنڈت شیو ناتھ خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا تھا۔ یہ ۳۵ سال تک مہاراجہ جموں کی ملازمت میں رہا اور سنہ ۱۹۰۱ء میں جبکہ جموں کا رجسٹرار تھا فوت ہوا۔ اس کی اچھی خدمات کے صلے میں ریاست نے اس کی بیوہ کو پنشن دی ہے۔

صرف شیو ناتھ کا بیٹا اور دوارکا ناتھ کا متبنٰی پنڈت رادھا ناتھ ہی اس خاندان کے اراکین میں سے زندہ ہے۔ اُس نے سنہ ۱۹۰۵ء میں گورنمنٹ کو پچاس ہزار روپیہ دیکر موضع پریم نگر کے حقوق مالکانہ حاصل کئے ہیں اور وہ درباری نہیں ہے۔

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

سے اس کے سپرد بہت سا مال کا کام تھا اور اس نے خود ۸۰۰۰ سے
زیادہ مقدمات کا فیصلہ کیا۔ ۱۸۴۹ء تک شنکر ناتھ کے قبضے میں ۶۵۰۰
روپیہ مالیت کی جاگیریں رہیں اور اس کے علاوہ ۱۳۶۰ روپیہ بطور نقد
وظیفوں کے اور ۱۲۴۲ روپیہ جو اس کے عملے کے لئے ملتے تھے رہے۔
وہ جاگیریں جو شیخوپورہ اور گجرات میں تھیں ضبط کر لی گئیں اور ۲۶۲۰ روپیہ
کی ایک پنشن اس کی حین حیات کے لئے دی گئی۔ ۱۸۶۲ء میں شنکر ناتھ
لاہور میں آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا۔ اس عہدے پر اس نے اپنے انصاف
اور چستی سے حکام کی اطمینان بخش خدمات کیں۔ قانونِ اہل ہنود کی اسے
بڑی واقفیت تھی اور رسوم۔ وراثت یا مذہب کے متعلق پیچیدہ مقدمات
میں لاہور کے انگریز مجسٹریٹ اس کی رائے لیا کرتے تھے اور ان کو اس کا
بڑا اعتبار تھا۔ جنوری ۱۸۶۵ء میں گورنمنٹ عالیہ نے اسے دیوان کا
خطاب دیا۔ وہ کئی سال تک میونسپل کمیٹی کا ممبر رہا اور ۱۸۷۶ء میں
فوت ہوا جس سے ہر مذہب و ملت کے آدمیوں کو افسوس ہوا۔ اسکی
جگہ اس کا بیٹا پریم ناتھ جو صاحب ڈپٹی کمشنر لاہور کی کچہری میں ناظر تھا
خاندان کا بزرگ بنا اور دیوان مرحوم کی وفادارانہ اور نمک حلالی کی
خدمات کے صلے میں اسے ۱۸۸۰ء میں رکھ بیل بچو کی تحصیل چونیاں
ضلع لاہور کی ایک ہزار ایکڑ اراضی آسان شرائط پر بیس سال کے
لئے عطا کی گئی۔ پریم ناتھ نے یہاں موضع پریم نگر آباد کیا جو نارتھ ویسٹرن
ریلوے کے اسٹیشن رلیے ونڈ جنکشن سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔
پریم ناتھ ۱۸۸۴ء میں تیس سال کی ملازمت کے بعد پنشن لیکر اپنی ملازمت
سے علیحدہ ہوا اور ۱۸۸۶ء میں فوت ہوا۔ یہ پراونشل درباری تھا۔ اس کا

بھی تھا یہ فیض آباد میں آبسا جہاں اُس کا بیٹا ہری رام پیدا ہوا تھا اس نے مہاراجہ گوالیار کی ملازمت کرلی اور کرنیل لوئس برکوئین کا جو فوج مرہٹہ میں فرانسیسی افسر تھا میر منشی ہوگیا۔ اس کا بیٹا ہری رام اس کے ماتحت کام کرتا رہا حتیٰ کہ مرہٹہ سلطنت کے زوال نے ان کو بھی دُنیا میں بےکس کرکے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد ہی ہری رام کو اس کے رشتہ دار دیوان گنگا رام نے لاہور بُلا لیا جو ۱۸۱۳ء میں رنجیت سنگھ کی ملازمت میں داخل ہوا تھا اور مقتدر و منفعت بخش عہدوں پر ترقی پاگیا تھا یہ لاہور چلا گیا اور برجستہ لکھنے والا ہونے کی وجہ سے دیوان مذکور کے دفتر کا افسر بن گیا۔ ۱۸۱۷ء میں مہاراجہ کا خاص منشی مقرر ہوا اور ۱۸۱۸ء میں ولیعہد کھڑک سنگھ کے ہاں یہی عہدہ حاصل کیا اور اپنے آقا کی جاگیر کے حسابات بھی اس کی نگرانی میں رہے ؀

۱۸۰۵ء میں شنکر ناتھ دہلی میں پیدا ہوا اور ۱۸۲۰ء میں اس کا باپ اسے لاہور لے آیا اور شہزادہ کھڑک سنگھ کے دفتر خزانہ میں ملازم کرادیا۔ بعد ازاں اس کی تبدیلی صدر ریکارڈ دفتر میں ہوگئی جہاں یہ پنجاب کے الحاق تک رہا۔ اس کی شادی راجہ دینا ناتھ کی بہن کے ساتھ ہوجانے کی وجہ سے اس کو بہت اقتدار حاصل ہوا مزید براں وہ اپنی قابلیت اور بے عیب دیانت داری کے لئے مشہور تھا ۱۸۴۶ء سے ۱۸۴۹ء تک جبکہ رزیڈنسی کا زمانہ رہا شنکر ناتھ حکام انگریزی یعنی مسٹر باؤرنگ مسٹر کاکس۔ مسٹر ویڈربرن اور میجر مک گریگر نے بہت دفعہ راز کے کام لئے اور یہ تمام افسران اس کی خدمات اور اس کے عمدہ اطوار کے معترف تھے۔ راجہ دینا ناتھ کے دفتر میں اعلیٰ منشی ہونے کی وجہ

پنڈت رادھا ناتھ

پنڈت راگھو ناتھ کول

پنڈت ہری رام

دیوان شنکر ناتھ
(وفات ۱۸۴۶ء)

۱ پریم ناتھ (وفات ۱۸۵۹ء) — ۲ پنڈت شیو ناتھ (وفات ۱۹۰۷ء)

۱ ودار کا ناتھ (وفات ۱۸۸۸ء) — ۲ کاشی ناتھ (وفات ۱۸۶۳ء) — ۳ بشیشر ناتھ (متوفی) — ۴ گوپی ناتھ (وفات ۱۸۶۸ء)

پنڈت رادھا ناتھ
(ولادت ۱۸۶۸ء)
(متبنےٰ - اسکا باپ شیو ناتھ تھا جسکا نام اوپر درج ہے)

ایک لڑکی
(ولادت ۱۸۹۶ء)

پنڈت رادھا ناتھ کے بزرگ کشمیر کے باشندے تھے۔ پہلا شخص جس نے اپنا وطن ترک کیا لال چند کول تھا جو شہنشاہ شاہجہاں کے عہد حکومت میں نقل مکان کر کے دہلی چلا آیا اور مغل شہنشاہ کے لائق وزیر علی مرداں خاں کے ہاں ملازمت کر لی۔ یہاں اس نے بہت سی دولت حاصل کی اور چند سال کے بعد کشمیر واپس چلا گیا۔ اس کی کامیابی پر خاندان کے کئی دوسرے افراد کو اس کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب ہوئی اور پھر جو لوگ اس طرح نقل مکان کر کے آئے اُن میں راگھو ناتھ کول

جو ۱۷۵۰۰ روپیہ مالیت کی تھیں اس کو حین حیات کے لئے مستقل طور پر دیدی گئیں اور اس کے دو بیٹوں آلا سنگھ اور لہنا سنگھ کی جاگیریں بھی کہ علے الترتیب تین ہزار اور ایک ہزار پچاس کی تھیں بجنسہ دیدی گئیں۔ گلاب سنگھ اور آلا سنگھ ۱۸۵۴ء میں اور لہنا سنگھ ۱۸۵۶ء میں فوت ہوئے۔ آلا سنگھ کی اولاد کے پاس اب نہ کوئی جاگیر ہے اور نہ انہیں پنشنیں ملتی ہیں*

۱۸۵۷ء میں مرحوم سردار کے ایک نوکر ہری سنگھ نے گورنمنٹ کو اطلاع دی کہ گلاب سنگھ کے مکان میں ۵۵۰۰۰ روپیہ مدفون ہے چنانچہ تلاش کرنے پر روپیہ مل گیا اور خزانے میں داخل کیا گیا۔ گلاب سنگھ کی بیوہ نند کورنے اور لہنا سنگھ کی بیوگان نے اس روپیہ کا دعوے کیا جن کو اس روپیہ کے سود کی برابر حصوں میں رقم مل گئی۔ یہ روپیہ بعد ازاں کشن سنگھ کو ملا جس نے اُسے اُڑا دیا۔ کشن سنگھ وائسرائے کا درباری تھا اور ۱۸۹۳ء میں فوت ہوا اس کا لڑکا سچیت سنگھ کچھ عرصے تک گیارھویں رسالے میں ملازم رہا اور بعد ازاں بحالت گمنامی موضع باوند میں جس کا یہ اپنی وفات تک ذیلدار اور نمبردار رہا تھا زندگی بسر کرتا رہا۔ کشن سنگھ کا تیسرا اور ایک ہی زندہ بیٹا گوربخش سنگھ اپنے بھائی کی جگہ ذیلدار اور نمبردار ہوا اور اسے ہی خاندان کا موجودہ بزرگ سمجھنا چاہئے*

سردار گلاب سنگھ کی جائداد گوربخش سنگھ اور محمد سعید اور احمد سعید پسران ہربت سنگھ المعروف بہ غلام محی الدین کو ملی ہے اور صرف یہی تینوں خاندان کے جس کا اب مقامی اقتدار بہت کم ہے زندہ ارکین ہیں*

CSL

آمتے تھے۔ اس کو سردار بنایا گیا اور ایک دربار میں جو ۲۶ نومبر ۱۸۴۷ء
کو لاہور میں منعقد ہوا اسے بہادر کا اعزازی خطاب مرحمت کیا گیا۔
سردار گلاب سنگھ نے اپنے نئے عہدے کی ذمہ داریاں بڑی قابلیت
اور انصاف سے انجام دیں اور جب ملتان میں بلوہ ہوا تو اس نے
پشاور کے حاکم وقت میجر جی لارنس صاحب کو اُس ضلع میں امن و امان
قائم رکھنے میں دل و جان سے امداد دی۔ چھ مہینے تک جب کہ مفسدانہ
تحریک ملک میں روز افزوں ترقی پر تھی گلاب سنگھ اسکے بیٹے اور نائب
کرنیل آلا سنگھ کا ہی رسوخ تھا کہ بھڑکے ہوئے سکھ سپاہی اُن کی متابعت
کرتے رہے مگر جب سردار چتر سنگھ پشاور پہنچا تو افواج نہ دبائی جا سکیں
اور انہوں نے کھلم کھلا بغاوت کر دی۔ میجر لارنس صاحب نے جب تک
کہ ہر ایک طرف سے نا اُمیدی نہ ہو گئی وہیں قیام رکھا اور اُس کے
بعد کوہاٹ کی طرف چلے گئے۔ گلاب سنگھ اور آلا سنگھ بھی اس کے
ہمراہ ہوتے مگر جرنیل اس قدر نحیف و ناتوان تھا کہ اسے جلدی سے
لے جا نہ سکتے تھے اور اخیر میں یہ فیصلہ ہوا کہ یہ قلعہ شمیر گڑھ میں جائے
جہاں شاید باغیوں سے کچھ عہد و پیمان ہو جائے مگر اس بہادر افسر
نے باغیوں کی ہر ایک شرط سے جو اس کی عزت کے منافی ہو انکار
کر دیا۔ وہ اور اُس کا بیٹا دونوں وفادار رہے اور سکھ فوج نے یہ
دیکھکر کہ یہ نہ تو رشوت سے اور نہ دھمکی سے اُن کی طرف ہوتے ہیں
لڑائی کے ختم ہونے تک ان کو نظر بند رکھا اور اُن کو اُس وقت آزادی
حاصل ہوئی جبکہ انگریزوں کی فتح ہو گئی۔

پنجاب کے الحاق کے موقع پر سردار گلاب سنگھ کی ساری ذاتی جاگیریں

پھانسی دے دینے کی دھمکی دی اور ساری جائداد اور جاگیروں پر قبضہ
کرلیا۔ اب ارجن سنگھ نے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور جب شیر سنگھ
بادشاہ ہوا اور ہر ایک کو اصلی یا مصنوعی نقصان کے بدلہ لینے کا کافی
موقع ملا تو اس نے پاونڈ پر جہاں گلاب سنگھ رہتا تھا حملہ کر کے جلادیا۔
گلاب سنگھ اپنی جان کے خوف سے جموں کی طرف بھاگ گیا اور وہاں
راجہ گلاب سنگھ کی حفاظت میں اُس وقت تک رہا جب تک کہ مہاراجہ
نے دھیان سنگھ کی صلاح سے اسے واپس بُلایا اور اسے فوج کے
اُس حصے کا افسر بنایا جو کابل کی لڑائی میں انگریزی فوج کی امداد کے
لئے جاتی تھی۔ چنانچہ وہ کرنیل لارنس صاحب بہادر کے ہمراہ کابل
گیا اور اس کی خدمات اور کابل کے ملک سے واقفیت بڑی کارآمد
ثابت ہوئیں۔ راجہ ہیرا سنگھ نے جس کا خاندان گلاب سنگھ کا ہمیشہ
دوست رہا مہاراجہ شیر سنگھ کی وفات پر اسے ۷۶۲۵ روپیہ مالیت
کی نئی جاگیریں دیں اور کرنیل آلا سنگھ نے ۲۰۰۰ روپیہ کی جاگیر اور
نقد عطئے کے نئے بھتے بھی حاصل کئے +

گلاب سنگھ نے ستلج کی لڑائی میں کوئی حصہ نہیں لیا کیونکہ اسکے
ترب مہاراجہ کی حفاظت کے لئے لاہور رہے۔ اپریل ۱۸۴۷ء میں
صاحب رزیڈنٹ کی سفارش پر اسے پشاور کا ناظم مقرر کیا گیا اور
چونکہ یہ اس موقع پر تمام جرنیلوں میں سے پُرانا جرنیل تھا اس لئے پشاور
کی ساری فوج کا کمیدان ہوا۔ گلاب سنگھ کے اس مقتدر عہدے پر
عروج پانے سے فوج خالصہ بڑی خوش تھی کیونکہ ساری فوجوں کو
اس بوڑھے بہادر کے ساتھ محبت تھی اور لوگ عزت کے ساتھ پیش

MINISTRY OF CULTURE • GOVERNMENT OF INDIA

CSL

جاگیر میں حاصل کیا۔ اس نے نورپور اور کشمیر میں مصر دیوان چند کے ماتحت کارہائے نمایاں کیے اور آخرالذکر لڑائی کے فتح ہونے پر کمیدان مقرر ہوا اور موضع سدھو جاگیر میں حاصل کیا۔ ۱۸۱۸ء میں ملتان فتح کرنے کے بعد اس کو کرنیل کے عہدے پر ترقی دی گئی اور دوسرے ہی سال اس نے مانکیرہ میں ایسی اچھی خدمات کیں کہ اکبرپور جو گوگیرہ کے متصل ۵۰۰ روپیہ کی مالیت کا تھا جاگیر میں ملا اور ایک ہاتھی اور بیش بہا خلعت عطا کئے گئے۔ گلاب سنگھ کچھ عرصے تک پشاور میں مقیم رہا اور علی اکبر اور دوست محمد خاں کے ساتھ بہت سی لڑائیوں میں لڑا۔ پشاور کی پہلی لڑائی میں اس نے دریائے سندھ میں ایک پایاب جگہ دیکھ پائی اور ساری فوج سے پہلے اپنے تربوں کو اُتار لایا جس سے رنجیت سنگھ بڑا خوش ہوا۔

۱۸۲۶ء میں اس نے تین پلٹنوں اور دو رسالوں کی جن کے ساتھ ایک ترب اسپی توپ خانے کا بھی تھا کمان لی اور اسی سال اس کا بیٹا آلا سنگھ ملازمت میں داخل ہو کر اپنے باپ کے ماتحت کمیدان بنایا گیا اور اس کو ایک الگ جاگیر دی گئی۔ ۱۸۳۶ء میں جبکہ پہلے پہل باقاعدہ فوج کو بریگیڈوں کی صورت میں ترتیب دیا گیا تو گلاب سنگھ کو جرنیل بنایا گیا اور وہ اس عہدے اور بریگیڈ پر کھڑک سنگھ کی بعد کی حکومت میں بھی مامور رہا۔

۱۸۳۷ء میں گلاب سنگھ کو سردار ہری سنگھ نلوہ کی جو پشاور میں مارا گیا تھا اور جس کے چار لڑکے جانشینی کی بابت لڑ جھگڑ رہے تھے جائداد ضبط کر لینے کے لئے گوجرانوالہ بھیجا گیا۔ اس نے ارجن سنگھ اور پنجاب سنگھ کو ان کے مستحکم کیے ہوئے گھر سے بھگا دیا اوّل الذکر کو

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

گورنجش سنگھ پاوندیہ

کرم سنگھ

- سردار گلاب سنگھ (وفات سنہ ۱۸۵۷ع)
  - ۱ آلا سنگھ (وفات سنہ ۱۸۵۲ع)
    - ۱ کشن سنگھ (وفات سنہ ۱۸۸۸ع)
      - ۱ سوچیت سنگھ (متوفی)
      - ۲ امر سنگھ (متوفی)
      - ۳ گورنجش سنگھ
      - ۴ ہرنام سنگھ (وفات سنہ ۱۹۰۷ع)
      - ۵ بلونت سنگھ (وفات سنہ ۱۹۰۲ع)
    - ۲ ہردت سنگھ المعروف غلام محی الدین (متوفی)
      - ۱ محمد سعید (ولادت سنہ ۱۸۸۸ع)
      - ۲ احمد سعید (وفات سنہ ۱۸۹۷ع)
    - ۳ گوپال سنگھ (متوفی)
    - ۴ ایشر سنگھ (متوفی)
  - ۲ لہنا سنگھ (وفات سنہ ۱۸۵۶ع)

کرم سنگھ اور اُس کے تین بھائی اُن سکھوں میں تھے جنھوں نے اٹھارھویں صدی کے اخیر نصف میں جالندھر دواب پر پھیل کر اس پر قبضہ کرلیا۔ ان چاروں نے سرن پور میں آٹھ ہزار مالیت کی ایک جاگیر حاصل کی جس پر اپنی زندگی میں قبضہ رکھا۔ کرم سنگھ کے سوائے یہ تمام بھائی لاولد فوت ہوئے اور سنہ ۱۸۰۶ع میں جب گلاب سنگھ جاگیر کا وارث ہوا تو اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد رنجیت سنگھ نے دوابے کا میدانی علاقہ فتح کیا اور گلاب سنگھ اپنے وطن پاوندہ کی طرف ہٹ آیا۔ اسکے بعد پھر یہ رنجیت سنگھ کی ملازمت میں داخل ہوگیا اور ایڈجوٹنٹ کا عہدہ پاکر یہی گاؤں

تھا اور اسے دو ہزار روپیہ سالانہ حین حیات کے لئے پنشن ملتی تھی۔
یہ ۱۸۹۲ء میں فوت ہوا۔ اس کا بھائی ٹھاکر داس اضلاع راولپنڈی۔
جہلم۔ گوجرانوالہ۔ لاہور۔ امرتسر۔ سیالکوٹ اور گورداسپور کا خزانچی تھا۔ اسکے
قبضے مین ۱۳۸۷ روپیہ مالیت کی جاگیر تھی جو ۱۸۶۹ء میں اس کی وفات
پر اس کے تین بیٹوں کو ملی۔ سب سے بڑا لچھمن داس ۱۸۸۲ء تک اضلاع
راولپنڈی اور جہلم کا خزانچی رہا۔ اس نے اور اس کے بھائی رام بھجایا
نے چک کوٹ میانہ تحصیل بھیرہ ضلع شاہ پور کی ۲۵۸۸ گھماؤں اراضی
کا اجارہ لے رکھا تھا علاوہ ازیں لچھمن داس چناب نہر پہ پانچ مربعوں کا
مالک تھا۔ وہ ۱۹۰۵ء میں مرا اور اس کے باپ کی جاگیر کا حصہ ضبط ہو گیا۔
ٹھاکر داس کے بیٹے گوری شنکر کا حصہ جو خاندان کی مشترک جاگیر میں تھا
۱۸۸۴ء میں اس کی وفات پر ضبط ہو گیا۔ اسی طرح ۱۳۸۷ روپیہ کی ایک پنشن
جو بیلی رام کی بیوہ مصرانی گلاب دیوی کو ملتی تھی ۱۸۷۵ء میں ضبط ہو گئی۔ بیلی رام کی
دوسری بیوہ مصرانی بیگم اتنی ہی پنشن اپنی وفات یعنی ۱۸۹۰ء تک لیتی رہی ۔

مصر میگھ راج ستلج کی لڑائی کے بعد دربار کا خزانچی مقرر ہوا اور گورنر جنرل
کے لاہور آنے کے موقع پر اس نے رائے بہادر کا خطاب حاصل کیا۔ ۱۸۴۹ء
میں یہ قسمت لاہور کا خزانچی مقرر کیا گیا اور اس عہدے پر اپنی وفات یعنی
یکم اگست ۱۸۶۴ء تک مامور رہا۔ مصر میگھ راج ۱۸۶۲ء میں آنریری مجسٹریٹ
مقرر کیا گیا اور لاہور میں بہت کم آدمی اس کے برابر عزت و تکریم کے مستحق تھے۔
اپنی وفات کے موقع پر اس کے قبضے میں ۳۸۲۵ روپیہ مالیت کی جاگیر تھی
جس میں سے ۴۰۵ روپیہ کی جاگیر اسکے پوتے لچھمی نرائن کو ملی ہے ۔

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

زمین ۲۷۵۰ روپیہ نذرانہ ادا کرنے پر عطا کی گئی۔ مصر روپ لال متوفی کے زندہ لڑکوں میں سب سے بڑے ہونے کے لحاظ سے اسے خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا تھا اور یہ درباری بھی تھا۔ اس کا ایک لڑکا بشن داس اپنے باپ کے رسالے میں تھوڑا عرصہ دفعدار رہا مگر اپنے باپ سے پہلے ہی ۱۹۰۹ء میں فوت ہو گیا۔ مصر بشمبر داس نے جو ساون مل کا ایک ہی زندہ پوتا ہے اپنے دادا کی جاگیر اور دوسری جائداد حاصل کی ہے اور اب بزرگ خاندان خیال کیا جاتا ہے ٭

مصر سندر داس کو جو دو سال تک مہاراجہ دلیپ سنگھ کے صرف خاص کا مہتمم تھا۔ الحاق کے بعد ایک ہزار روپیہ انعام دے دیا گیا اور اُس کی ۵۰۰ روپیہ کی جاگیر جو الحاق سے کچھ مُدت پہلے راجہ لال سنگھ نے اسے دی تھی ضبط کر لی گئی۔ یہ پراونشل درباری تھا اور ۱۸۹۴ء میں فوت ہوا اس کا بیٹا کیشو داس پنجاب سول سکریٹریٹ میں ملازم ہے ٭

ساون مل کا بڑا بھائی مصر مہیش داس چند سال تک نائب تحصیلدار رہا اور ۱۸۸۲ء میں لاہور میں لاولد فوت ہوا۔ اس کا چھوٹا بھائی گوبند رام شاہ پور اور گجرات کے اضلاع کا خزانچی تھا۔ اس کے ایجنٹوں نے کچھ غبن کر لئے تھے جو اس نے تمام بھر دئے اور آپ استعفا دیدیا۔ بعد ازاں اس کو نہر جہلم پر پانچ مربعے اراضی عطا کی گئی۔ گوبند رام کا سب سے بڑا بیٹا متھرا داس شاہ پور کے صاحب ڈپٹی کمشنر کے انگریزی دفتر کا ہیڈ کلرک ہے اور گوبند رام کا چھوٹا بیٹا ہری چند پولیس میں ہے اور پوتا ضلع گجرات میں نائب تحصیلدار ہے ٭

بیلی رام کا سب سے بڑا لڑکا مصر رام داس بھی پراونشل درباری

گلاب سنگھ کے حوالے کیا گیا ہے اس وقت روپ لال جسروٹے تھا۔ راجہ نے اُس پر شدومد کے ساتھ یہ الزام لگایا کہ اُس نے عہدنامے کی شرائط کے بموجب پہاڑی جنگلات دینے میں دغابازی کی ہے۔ چنانچہ دربار نے اسے جسروٹہ سے بُلا لیا اور رہتاس اور جہلم کا افسر بنا دیا اور یہ وہیں تھا کہ وہاں بغاوت ہوئی۔ اس نے خود بیان کیا کہ اسے مجبوراً سردار چتر سنگھ کے کیمپ میں جانا پڑا حالانکہ یہ باغیوں کا یقینی طور پر ہمدرد تھا اور اس بات پر یقین کر لینے کی کافی دلائل ہیں کہ اس نے باغیوں کو روپیہ سے امداد دی۔ اس نازک وقت میں اس کے لڑکے بھی لاہور چھوڑ کر اپنے باپ سے جا ملے اور اس کی اس کارروائی کی وجہ سے اس کی جاگیریں اور لاہور کی جائداد ضبط کر لی گئیں۔ یہ دلوال ضلع جہلم میں اسّی برس سے زیادہ عمر پا کر ستمبر ۱۸۶۵ء میں فوت ہو گیا۔ اس کا بیٹا ساون مل سکھوں کے پہلے رسالے میں رسالدار تھا اور بعد ازاں بنگال کے گیارھویں رسالے میں بدل گیا۔ ایام غدر میں وہ لکھنؤ پر آخری قبضہ کرنے کے وقت موجود تھا اور اس نے اودھ میں اچھی خدمات سر انجام دیں۔ ۱۸۶۰ء کی چین کی لڑائی میں اور ۱۸۶۳ء کی امبیالہ کی لڑائی میں بھی اس نے کارہائے نمایاں کئے اور آرڈر آف میرٹ اور آرڈر آف برٹش انڈیا کے تمغات حاصل کئے۔ ۱۸۶۴ء میں اس نے ۴۰۰ روپیہ کی جاگیر حاصل کی جس میں سے نصف اس کے ورثا کو ایک پشت کے لئے ملنی تھی۔ اس جاگیر کی اراضیات کا (جو مواضعات جلوہ کارا ڈوگرا اور بیاکی پور تحصیل لاہور میں واقع تھیں) مالیہ بعد ازاں بڑھ کر ۴۸۱ روپیہ سالانہ ہو گیا۔ اس کو تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں بھی ۱۰۰۰ گھماؤں

پرانے عہدہ توشہ خانے پر بحال کر دیا۔ شہزادہ مذکور نے روپ لال کو
کلانور کا اور ریاست لاہور کی اراضیات کا جو ستلج کے جنوب میں تھیں ناظم
بنایا اور حکم دیا کہ قلعہ اور علاقہ بھرت پور جمعدار خوشحال سنگھ سے لیکر ضبط کرے
مصر میگھ راج خزانچی ہو کر گوبند گڑھ واپس گیا۔ بیلی رام پر مہاراجہ شیر سنگھ کو
بہت اعتبار تھا اور اس نے اپنے دوست بھائی گورمکھ سنگھ کی صلاح سے
راجہ دھیان سنگھ قابل نفرین ڈوگرا وزیر کے خلاف لاہور میں ایک جتھا
بنانے کی کوشش کی۔ اس کے ان منصوبوں نے اس کی جان لی۔
کیونکہ جب راجہ ہیرا سنگھ اپنے مقتول باپ کی جگہ وزیر ہوا تو اُس کا پہلا
کام یہ تھا کہ اُس نے بھائی گورمکھ سنگھ۔ بیلی رام اور اس کے بھائیوں
کو قید کر لیا۔ مصر میگھ راج اور روپ لال ان کے پرانے دشمن مصر
لال سنگھ کے حوالے کئے گئے اور بھائی گورمکھ سنگھ۔ بیلی رام اور
رام کشن شیخ امام الدین کے سپرد ہوئے جس نے اُن کو اپنے گھر سے
ملحق ایک اصطبل میں قید کر دیا۔ بہت عرصے تک یہ نہ معلوم ہوا کہ
ان کا کیا حشر ہوا مگر آخر کار یہ ظاہر ہو گیا کہ شیخ نے ان کو راجہ ہیرا سنگھ
کے حکم سے خفیہ طور پر مار دیا ہے۔ روپ لال اور میگھ راج زیادہ
خوش نصیب نکلے کیونکہ وہ دسمبر سنہ ۱۸۴۴ء تک جبکہ راجہ ہیرا سنگھ مارا گیا
قید رہ کر رہا ہوئے اور وزیر جواہر سنگھ نے روپ لال کو جسروٹہ کا ناظم
بنا دیا۔ بیلی رام کے لڑکے جو اپنے باپ کے پکڑے جانے پر
لدھیانے بھاگ گئے تھے ۱۸۴۵ء تک سرکار انگریزی کی حفاظت
میں رہے اور سال مذکور میں پنجاب میں واپس آ گئے۔
۱۸۴۶ء میں جب یہ علاقہ ۱۶ مارچ کے عہد نامہ کے رو سے راجہ

دوابے کے لوگوں نے اس کے ظلم اور تشدد کی ایسی سخت شکایتیں کیں کہ ۱۸۳۲ء میں اسے واپس بلا کر اس کی جگہ مصر روپ لال کو بھیجا گیا۔ اس نئے ناظم کی طبیعت اور ڈھنگ غلام محی الدین کی طبیعت سے بالکل مختلف تھا۔ اس کے پاس اپنی بڑی دولت تھی اس لئے لوگوں کو تنگ کرنے کا کوئی لالچ نہ تھا اور چونکہ جالندھر کے خاندان سے اس کی رشتہ داری تھی اس لئے وہ اس ضلع کی خوشحالی کا بھی خواہاں تھا۔ اس نے ایمانداری کے ساتھ مالیہ ایسا ہلکا تشخیص کیا کہ ۱۸۳۳ء کے قحط میں بھی بقایا یا عدم وصول بہت کم تھا۔ روپ لال نے کبھی چھوٹے سے چھوٹا نذرانہ بھی قبول نہیں کیا اور اپنے ماتحتوں کے روپے کی پوری نگہبانی کی۔ سکھوں میں بہت سے ناظم ایسے تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ ان کی ماتحت رعایا ان کے ذاتی فائدے کے لئے خدا نے پیدا کی ہے۔ جس سلطنت میں ایسے ناظموں کی کثرت ہو اس میں مصر روپ لال جیسے ایماندار اور عادل شخص کو جس کا نام لوگ ابھی تک عزت اور محبت سے یاد کرتے ہیں دیکھ کر خاص خوشی ہوتی ہے۔ روپ لال ۱۸۳۹ء تک جالندھر کا ناظم رہا جبکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے چند مہینے بعد اسے واپس بلا لیا گیا اور دوابے کے پرانے دکھ دینے والے یعنی غلام محی الدین کو پھر ناظم بنا دیا گیا۔ شہزادہ نونہال سنگھ نے اس بات سے غصہ کر کے کہ مصر بیلی رام شہزادہ کے باپ کے منظور نظر چیت سنگھ کا طرفدار تھا اس کو اور اسکے بھائی کو قید خانے میں ڈال دیا جہاں وہ چھ مہینے تک رہے اور اس وقت نکلے جبکہ مہاراجہ کھڑک سنگھ نے ان کے معاملے میں دخل دیا۔ بیلی رام شہزادہ شیر سنگھ کا سرگرم حامی تھا اس نے گدی نشین ہو کر مصر کو اس کے

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
GL

اور اپنے چچا بستی رام کے رسوخ سے جو رنجیت سنگھ کا بڑا موثر خزانچی تھا اُس نے اپنے لئے تو موضع کاہوں ضلع جہلم میں ایک ہزار کی جاگیر حاصل کی اور اپنے دو بیٹوں روپ لال اور بیلی رام کے لئے دربار میں عہدے حاصل کئے یعنی ان کو بستی رام کا خزانے میں نائب مقرر کر دیا گیا۔ بیلی رام جلدی ہی مہاراجہ کا بڑا منظور نظر ہو گیا اور ۱۸۱۶ء میں بستی رام کی وفات پر باوجود راجہ دھیان سنگھ وزیر کی مخالفت اور نارضامندی کے جو اس خالی اسامی پر اپنے دوست جسا٭ مصر پدر لال سنگھ (جو بعد میں بلقب راجہ سے ملقب ہوا) کے تقرر کا خواہاں تھا بیلی رام ہی خزانچی ہو گیا اور انہی دنوں میں مصر میگھ راج امرتسر کے قلعہ گوبندگڑھ کا افسر بن گیا۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت کے باقی ماندہ زمانے میں اسی عہدے پر رہا۔ ۱۸۲۶ء میں رام کشن مہاراجہ کی ملازمت میں داخل ہوا اور رنجیت سنگھ کا ڈیوڑھی بان بنا جو اس پر ہمیشہ خاص مہربانی کیا کرتا تھا۔

۱۸۳۲ء میں مصر روپ لال دوابہ جالندھر کا ناظم مقرر ہوا۔ یہ زرخیز علاقہ اُس وقت سے لیکر جب سے کہ اسے رنجیت سنگھ نے فتح کیا تھا دیوان محکم چند اُس کے بیٹے موتی رام اور پوتے کرپا رام کی نظامت میں رہا۔ ۱۸۳۱ء میں جب دیوان موتی رام کو واپس بلایا گیا تو شیخ غلام محی الدین کو جو دیوان کرپا رام کا مقلد اور ایک نہایت ظالم آدمی تھا ہوشیارپور اور اُس کے پاس کے اضلاع کا ناظم مقرر کر کے بھیجا گیا۔

٭ مصر جسا کو پہلے پہل بستی رام نے پانچ روپیہ ماہوار پر خزانے میں محرر رکھا تھا۔ اس نے اس محکمے میں آہستہ آہستہ ترقی کی اور خزانہ کشمیر کے محافظ کے عہدے نے جو دھیان سنگھ نے اسے لے دیا تھا اسے ڈوگروں کے فریق میں شامل کر دیا۔

مصر بشمبر داس

دیوان چند

۱ مصر روپ لال (وفات ۱۸۶۵ء) — ۲ مصر بیلی رام (وفات ۱۸۴۳ء) — ۳ رائے بہادر مصر میگھ راج (وفات ۱۸۶۴ء) — ۴ رام کشن (وفات ۱۸۴۳ء) — ۵ سکھ راج (وفات ۱۸۴۲ء)

۱ بشن داس (وفات ۱۸۵۶ء) — ۲ مہیش داس (وفات ۱۸۸۲ء) — ۳ مصر ساون مل (وفات ۱۹۰۴ء) — ۴ گوبند رام (ولادت ۱۸۳۰ء) — شیو داس (وفات ۱۸۶۵ء) — سندر داس (وفات ۱۸۹۴ء)

۱ مصر رام داس (وفات ۱۸۹۴ء) — ۲ ٹھاکر داس (وفات ۱۸۶۹ء) — ۳ خرم رائے (وفات ۱۸۵۵ء) — ۱ جتا شنکر (وفات ۱۸۷۵ء) — ۲ لچھمی نراین (ولادت ۱۸۷۵ء) — ۱ کیشو داس (ولادت ۱۸۲۶ء) — ۲ رام بھایا (ولادت ۱۸۸۶ء) — کشن داس (وفات ۱۸۸۶ء)

۱ لچھمن داس (وفات ۱۹۰۵ء) — ۲ گوری شنکر (وفات ۱۸۸۶ء) — ۳ رام بھایا (ولادت ۱۸۶۳ء) — سنت رام (ولادت ۱۸۷۹ء) — منگل سین — وشوا ناتھ (ولادت ۱۸۹۸ء)

۱ متھرا داس (ولادت ۱۸۵۶ء) — ۲ ہری چند (ولادت ۱۸۶۰ء) — ۳ سالگ رام (وفات ۱۹۰۱ء) — جگن ناتھ (وفات ۱۹۰۴ء) — ۱ امر ناتھ (ولادت ۱۸۸۶ء) — ۲ سوہن لال — ۳ بھیم سین

رگھو ناتھ (ولادت ۱۸۸۳ء) — ۲ وشیشر ناتھ (ولادت ۱۸۹۱ء) — ۳ کشن لال — منوہر لال (ولادت ۱۹۰۲ء) — بالک رام (ولادت ۱۸۹۰ء) — رام ناتھ

۱ بشن داس (وفات ۱۸۹۶ء) — ۲ کرپا رام (وفات ۱۸۶۱ء) — ۱ ایشر داس (وفات ۱۹۰۳ء) — ۳ مصر بشمبر داس (ولادت ۱۸۶۴ء)

مصر بشمبر داس کے خاندان کی ذات برہمن اور وطن موضع دلوال ضلع جہلم ہے - دیوان چند اپنے لڑکوں سمیت ۱۸۰۹ء کے قریب لاہور آیا

مصر بشمبر داس رئیس لاہور

Misar Bishambar Das of Lahore.

قرار پائی - پانچ ہزار ایک سو روپیہ کی جاگیر انند سنگھ کی دو بیوگان اور گورمکھ سنگھ اور جیون سنگھ کی بیوگان کے نام مستقل طور پر مقرر ہوئی - ان عورتوں کی وفات پر ان کی جاگیریں ضبط ہو گئیں ؛

سردار فتح سنگھ ۱۸۸۶ء میں فوت ہوا - جاگیر میں سے چوتھا حصہ اس کے تین لڑکوں شیر سنگھ - دھیان سنگھ اور کہر سنگھ کے نام جاری رکھا گیا ہے - سردار شیر سنگھ کی جو ڈویژنل درباری تھا وفات سے لے کر جو ۱۹۰۹ء میں واقع ہوئی اب تک اس خاندان میں سے کوئی آدمی درباری نہیں ہے - انوپ سنگھ اور کہر سنگھ براہ راست جمعدار بھرتی ہوئے اور اب گیارھویں رسالے میں ہیں - دھیان سنگھ نائب تحصیلدار ہے اور بندوبست ضلع گورداسپور میں کام کرتا ہے ؛

GSL

میں سے ۲۹،۲۰۰۰ کی جاگیر ضبط کر لی اور صرف آٹھ ہزار کی رہنے دی اور ۴۲۰۰۰ روپے مالیت کی نئی جاگیریں ضلع فیروزپور میں ظفروال کے قریب ایکسو سوار خدمت کے لئے دینے کی شرط پر عطا کیں رام سنگھ کو جو اپنے باپ کے بعد صرف ایک سال زندہ رہا ہزارے میں جاگیر ملی ہوئی تھی اور گورکھ سنگھ کے پاس دو ہزار کی مالیت کی سلطانی اور کالری ضلع گورداسپور کی جاگیر تھی۔ وہ فوج جو سردار ہلکا سنگھ اور سردار جیون سنگھ نے رکھ چھوڑی تھی ریاست میں منتقل اور سردار عطر سنگھ سندھانوالیہ کے ماتحت رکھی گئی اس کا نام ڈیرہ پنڈی والا رکھا گیا اور اس میں گورکھ سنگھ کو ایک عہدہ دیا گیا۔ دسمبر ۱۸۳۰ء میں جنرل ونچورا کے قلعہ کملا گڑھ واقع منڈی لے لینے کے تھوڑے عرصہ بعد گلو کے لوگوں نے بغاوت کی۔ پنڈی والے ڈیرے کی چار کمپنیوں کے آدمیوں کو مار کر تباہ کر دیا اور گورکھ سنگھ کو جو اس کا کمیدان تھا مار ڈالا۔ انند سنگھ ۱۸۳۱ء میں فوت ہوا۔ اس کا اکلوتا بیٹا فتح سنگھ اُس وقت آٹھ سال کی عمر کا لڑکا تھا اور ۱۸۳۶ء میں مہاراجہ نے اُس کی جاگیر گھٹا کر ۱۳۰۰۰ روپیہ کی کر دی اور اس پر بیس سوار خدمت میں دینے کی شرط لگا دی۔ وہ مواضعات جو اس طرح چھوڑے گئے تھے تعداد میں مفصلۂ ذیل دس تھے:- نتھہ پور۔ قلعہ سردار والو کی اور کالیکی ضلع لاہور میں۔ کھلی اور راجہ ٹل ضلع امرتسر میں۔ لولی۔ لوہری اور دونی ضلع سیالکوٹ میں اور کستو کی اور سامون بالا ضلع گوجرانوالہ میں۔ پنجاب کے الحاق کے موقع پر فتح سنگھ کی تین ہزار کی مالیت کی ذاتی جاگیر اُس کی حین حیات کے لئے مقرر کی گئی جس میں سے ایک چوتھائی اس کے لڑکوں کو ملنی

208

زمانے میں ایک چھوٹی سی جگہ تھی اور اس میں راول فقیر آباد تھے۔ مِلکا سنگھ نے یہ دیکھکر کہ راولپنڈی نہایت اچھے موقع پر واقع ہے اسے اپنا صدر مقام بنالیا۔ اس میں نئے مکانات بنائے اور شہر کو لڑائی کے لئے کسی قدر مضبوط کرلیا۔ اس وقت راولپنڈی ایسا مقام نہ تھا کہ لوگوں کو اس پر قبضہ کرنے کی خواہش ہوتی۔ یہ جگہ ہندوستان کے شاہراہ پر واقع تھی اور افغان حملہ آوروں کے حملوں کی زد میں تھی مزید برآں اس کے گرد و نواح کا ملک تند اور جنگجو قوموں کے قبضے میں تھا مگر مِلکا سنگھ نے یہاں اپنا سکہ بٹھا لیا۔ اس نے راولپنڈی کے گرد تین لاکھ سالانہ آمدنی کا حصۂ ملک فتح کیا اور ہزارے کی قومیں بھی اس کے نام اور طاقت کی عزت کرنے لگیں۔ اس نے اپنے آباد کردہ گاؤں پر اپنا لقب بھی تھہ پوریہ اختیار کیا تھا مگر شمالی اضلاع میں یہ مِلکا سنگھ پنڈی والا مشہور تھا اور خاندان کا یہی نام اب تک چلا آتا ہے۔

مِلکا سنگھ سنہ ۱۸۰۴ء میں فوت ہوا۔ رنجیت سنگھ جس کے ساتھ مِلکا سنگھ کئی لڑائیوں میں شامل ہوا اپنے آپ کو اس قدر طاقتور نہ سمجھتا تھا کہ اپنے پرانے دوست کی جس کو وہ بابا (دادا) کہا کرتا تھا جاگیروں پر قبضہ کرلے اس لئے یہ جاگیریں اس کو مجبوراً اُسکے اکلوتے بیٹے جیون سنگھ کو مستقل طور پر دینی پڑیں۔ اس سردار کی نسبت بہت کم واقعات ہیں جو لکھے جائیں۔ وہ کشمیر کی پہلی لڑائی میں جو سنہ ۱۸۱۴ء میں ہوئی لڑتا رہا اور دوسرے سال فوت ہوگیا۔

جیون سنگھ کے تین بیٹوں میں سے سب سے بڑا آنند سنگھ اپنے باپ کی جاگیر کے ایک حصے پر جانشین ہوا۔ مہاراجہ نے پرانی جاگیر

انوپ سنگھ تھہ پوریہ

ملکا سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۰۲ء)

سردار جیون سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۱۵ء)

۱ سردار آنند سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۳۱ء)

۲ گورمکھ سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۴۰ء)

۳ رام سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۱۶ء)

سردار فتح سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۶۹ء)

۱ سردار شیر سنگھ
(وفات سنہ ۱۹۰۰ء)

۲ دھیان سنگھ
(ولادت سنہ ۱۸۸۴ء)

۳ کہر سنگھ
(ولادت سنہ ۱۸۸۶ء)

۱ انوپ سنگھ
(ولادت سنہ ۱۸۷۹ء)

۲ راجندر سنگھ

گوردیال سنگھ
(ولادت سنہ ۱۹۰۸ء)

سردار ملکا سنگھ اُن زبردست سکھ سرداروں میں سے تھا جو اٹھارھویں صدی کے پچھلے نصف حصے میں ہوئے ہیں۔ اس کا وطن قصور کے متصل موضع کالیکی تھا مگر اس کو ترک کرکے اس نے موضع تھہ پور (ضلع لاہور) آباد کیا اور نروار۔ جندھر۔ دلین اور دوسرے مواضعات پر قبضہ کر لیا جن میں سے بعض تھہ پور کے گرد و نواح میں تھے اور باقی ماندہ اضلاع گوجرانوالہ اور گجرات میں۔ ان مقبوضات پر قناعت نہ کرکے اس نے شمال کی طرف کوچ کیا اور راولپنڈی پر متصرف ہو گیا جو اُس

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

سردار انوپ سنگھ تھہ پوریہ

Sardar Anup Singh Thehpuria.

اور سروپ سنگھ کی بیوہ کورٹ آف وارڈز سے جس کے اہتمام میں اب جائداد ہے ١٥٠ روپیہ ماہانہ لیتی ہے - بڑا بھائی جھنڈا سنگھ خالصہ کالج امرتسر میں اور چھوٹا فتح سنگھ ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پا رہا ہے ❖

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

GSL

کرپال سنگھ ۱۸۴۸ء میں راجہ شیر سنگھ کے ہمراہ ملتان میں تھا جب راجہ مذکور کی فوج باغی ہوگئی تو کرپال سنگھ اس سے علیحدہ ہوگیا اور اپنے چند سواروں کے ساتھ میجر ایڈورڈز صاحب کے ہاں جن کے ہمراہ پہلے وہ بنوں میں بھی خدمات کرچکا تھا کیمپ میں آگیا۔ الحاق کے موقع پر اسکی ۱۱۰۰ روپیہ کی ذاتی جاگیر اس کی حین حیات کے لئے مستقل طور پر دیدی گئی اور ۵۰۰ روپیہ کی ایک نئی جاگیر ملتان میں وفاداری کرنے کی وجہ سے اسے دوامی عطا کی گئی۔ اس علے الدوام جاگیر پر شرط یہ تھی کہ وہ حکم سنگھ کی بیوہ چاند کور کو ۱۵۰ روپیہ سالانہ کی پنشن دیا کرے۔ بیوہ مذکور ۱۸۶۳ء میں فوت ہوئی +

۱۸۵۷ء میں سردار کرپال سنگھ نے سپاہی بھرتی کئے اور سرکار انگریزی کا طرفدار ثابت ہوا جس کے صلہ میں اسے ۵۰۰ روپیہ کا ایک خلعت ملا۔ اور نیک نامی کی سند عطا ہوئی۔ ۱۸۵۹ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کا اکلوتا بیٹا سروپ سنگھ جس نے گورنمنٹ سکول لاہور میں تعلیم پائی تھی اس کا جانشین ہوا۔ سروپ سنگھ دو لڑکے جھنڈا سنگھ اور فتح سنگھ چھوڑ کر ۱۹۰۴ء میں فوت ہوا۔ اس کے لڑکوں نے اپنے باپ کی جاگیر اور دوسری جائداد بحصہ مساوی پائی ہے۔ سروپ سنگھ کی جاگیر کی جو اس کے لڑکوں کو پہنچی ہے ۱۸ ۳ ۹ روپیہ سالانہ آمدنی ہے جس میں تحصیلات شرقپور۔ چونیاں اور لاہور کے گیارہ مواضعات کا مالیہ شامل ہے۔ سروپ سنگھ کے قبضہ میں کچھ اراضیات موضع بھیکاوال ضلع لاہور اور نورمناباد ضلع فیروزپور کی بھی تھیں +

اس خاندان کی کل جائداد کی آمدنی جس میں جاگیر۔ اراضیات باغات اور مکانات ہیں قریباً ۱۹۵۰۰ روپیہ ہے۔ سردار کرپال سنگھ کی بیوہ اپنے مرتے دم یعنی ۱۸۹۲ء تک ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ مشاہرہ پاتی تھی۔

دی اور اس چٹھی کی صداقت بالکل مشتبہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ موضع موراں نہ تو ریاست لاہور کو ملا اور نہ ہی حکم سنگھ کو اور راجہ نابھہ کی اس ناشائستہ حرکت پر سخت طور پر متنبہ کر دیا گیا۔ اس موقع پر یہ معاملہ بہ تفصیل درج نہ کیا جاتا اگر سرکار انگریزی کے اس فیصلہ سے سکھوں کی قوم کو نہایت رنجش نہ ہوتی۔ اس میں شبہ ہونا ممکن نہیں کہ سرکار انگریزی کی کارروائی منصفانہ اور ضروری تھی مگر سکھ لوگ اس زمانے میں بگڑے ہوئے تھے۔ ہر ایک احتیاط جو سرکار انگریزی کو سکھ فوج کی بے ضابطگی کی وجہ سے مجبوراً کرنی پڑتی تھی سکھ لوگ یہ سمجھتے کہ ان کی مخالفت کی وجہ سے کی گئی ہے اور اگرچہ موضع موراں کا پہلا انتقال بالکل خفیہ طور پر ہوا تھا اور ناجائز تھا مگر جب سرکار نے یہ فیصلہ دے دیا کہ موضع مذکور ریاست لاہور کو واپس نہ دیا جاوے تو سکھوں نے یہ سمجھ لیا کہ سرکار انگریزی نے عمداً سرکار لاہور کی توہین کی ہے ٭

حکم سنگھ اپنے باپ کی دوسری جاگیروں کا جانشین ہوا اور وہ عطیات جو مہاراجہ شیر سنگھ نے اس کی ذات کے لئے دئے تھے ملا کر اسکی کل جاگیرات ۷۵۰۰۰ روپیہ سالانہ مالیت کی ہوگئیں۔ جب مہاراجہ شیر سنگھ کو سندھانوالیوں نے قتل کیا ہے تو یہ بھی شاہ بلاول کے باغ میں موجود تھا اور قتل کے بعد جو دھینگامشتی ہوئی اس میں اس کے بازو پر سخت زخم آیا۔ اس واقعہ کے بعد دو سال تک حکم سنگھ کے حالات بہت کم معلوم ہوئے جن میں بظاہر وہ گوشہ نشین ہو گیا تھا۔ فروری ۱۸۴۶ء میں وہ سبراؤں کی لڑائی میں مارا گیا۔ اور اس کی وفات کے فوراً بعد راجہ لال سنگھ نے اس کی جاگیروں کو گھٹا کر ۲۵۰۰۰ روپے کی مالیت کا کر دیا جو سردار کرپال سنگھ کے نام ۶۰ سوار خدمات کے لئے دینے کی شرط پر جاری رہیں ٭

راجہ کا حق موضع موراں پر تسلیم کیا تھا اور دوسری مہاراجہ کھڑک سنگھ کی جس میں راجہ کو موضع مذکور کے ضبط کر لینے کی اجازت دی گئی تھی اس پر فوج کشی کی اور حملہ کر کے ملوئی فوج کے بعض آدمیوں کو جو وہاں موجود تھے مار دیا متوفی سردار کے بیٹے حکم سنگھ کا مال و اسباب چھین لیا اور موضع پر قبضہ کر لیا حکم سنگھ نے اس سلوک کی بڑے زور سے عذر داری کی مگر پیشتر اس کے کہ گورنمنٹ انگریزی یا خالصہ اس معاملہ میں کوئی کارروائی کرتیں مہاراجہ شیر سنگھ قتل کر دیا گیا تھا اور لاہور کا ہر ایک درباری خود اپنے بچاؤ کی فکروں میں منہمک تھا اس لیئے موضع موراں کا معاملہ کسی کو یاد بھی نہ آیا +

مگر جب امن و امان قائم ہو گیا تو سرکار لاہور نے راجہ نابھہ سے موضع موراں جو راجہ جسونت سنگھ والی نابھہ رنجیت سنگھ کو دے چکا ہوا تھا واپس مانگا۔ حکام انگریزی کو معاملہ کی یہ صورت نئی معلوم ہوئی۔ جرنیل اختر لونی سر جارج کلارک اور کرنل رچمانڈ صاحبان کو بالکل معلوم نہ تھا کہ یہ موضع راجہ نابھہ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو دے دیا تھا بلکہ ان کا خیال یہ تھا کہ ریاست نابھہ نے دھنا سنگھ کو بطور جاگیر دیا تھا۔ اور درحقیقت بھی یہ انتقال ناجائز تھا کیونکہ ایک مطیع الحکم ریاست کو کوئی اختیار حاصل نہ تھا کہ بلا مرضی سرکار بالادست کے ایک موضع کسی مطلق العنان ریاست کو دے دے۔ وہ چٹھی بھی جس کی نسبت راجہ نابھہ کا بیان تھا کہ اسے مہاراجہ کھڑک سنگھ کی طرف سے بھیجی گئی ہے اور جس میں راجہ کو موضع موراں ضبط کر لینے کی اجازت دی گئی تھی معلوم ہوا کہ اصل چٹھی کی نقل کی نقل تھی۔ ممکن ہے کہ کمزور طبیعت مہاراجہ نے ایسی چٹھی کا مسودہ لکھوایا ہو اور راجہ نابھہ نے خفیہ طور پر اسکی نقل حاصل کر لی ہو مگر راجہ دھیان سنگھ وزیر لاہور نے ہرگز منظوری نہیں

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

۱۸۴۱ء میں مہاراجہ شیر سنگھ کے تخت نشین ہونے کے بعد حکم سنگھ
بہمراہی بدھ سنگھ ملال کلو میں سرداران لہنا سنگھ اور کہار سنگھ سندھانوالیہ
کو قیدی بنا کر لاہور لانے کے لئے بھیجا گیا۔ یہ خدمت اس نے ادا کی جسکے
صلے میں اس کی جاگیر میں ۸۰۰۰ روپیہ کا اضافہ ہوا۔ اور ۲۰۰۰ روپیہ اسے
کشمیر کے محاصل سے ملنا قرار پایا۔ بچتر سنگھ ۱۸۴۸ء میں اور اس کا باپ
دھنا سنگھ ۱۸۴۳ء میں فوت ہوئے۔ آخر الذکر کی وفات سرکار خالصہ کی
سرکار انگریزی سے کسی قدر شکر رنجی کا باعث ہوئی جس کی تفصیل اس طرح پر
ہے کہ:۔ دھنا سنگھ کا وطن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے موضع موراں واقع
علاقہ نابھہ تھا۔ ملتان کی لڑائی کے بعد جب دھنا سنگھ کی مہاراجہ کے آگے
خوب چلتی تھی تو اس نے التجا کی کہ موضع موراں اسے جاگیر میں لے دیا جائے
چنانچہ مہاراجہ نے راجہ نابھہ سے اس کی بابت کہا جس نے مئی ۱۸۱۹ء میں
موضع مذکور مہاراجہ کو چند مواضعات کے تبادلے میں جو آخر الذکر نے والی نابھہ
کی ہمشیرہ کو حین حیات کے لئے دئے عطا کر دیا۔ رنجیت سنگھ نے موراں حاصل
کر کے سردار دھنا سنگھ کو جاگیر میں دے دیا جو اپنی وفات تک اس پر قابض
رہا اور گو خود دربار میں رہا کرتا مگر اس نے اپنا کنبہ اور بہت سامان و اسباب
وہیں رکھ چھوڑا تھا۔ راجہ نابھہ دھنا سنگھ کے مرنے سے بھی قبل ہی اس فکر
میں تھا کہ موضع موراں ضبط کر لے کیونکہ سردار نہ تو اس کا کوئی حکم مانتا تھا اور
نہ ہی اس کی متابعت کرتا تھا مگر حکام انگریزی جو اس معمر اور عمدہ سردار کا لحاظ
کرتے تھے درمیان میں پڑ کر راجہ کی خواہش کو پورا نہ ہونے دیتے تھے۔
لیکن جب دھنا سنگھ فوت ہو گیا تو راجہ دوندر سنگھ والئ نابھہ دو چٹھیوں کے
زور پر جن میں سے ایک سر جارج کلارک کی تھی جس میں صاحب موصوف نے

تھی۔ ۱۸۲۳ء میں جہانگیرہ کے قبضہ کرنے کے وقت اور ہڑی کی لڑائی میں وہ موجود تھا پھر کچھ عرصہ ضلع پشاور میں سردار بدھ سنگھ سندھانوالیہ اور شہزادہ کھڑک سنگھ کے ماتحت رہا۔ سردار دھنا سنگھ کا بڑا لڑکا بچتر سنگھ ۱۸۲۷ء کے قریب فوج میں بھرتی ہوا اور اس نے پہلے پہل بہاولپور میں خدمات کیں جہاں اسے خراج وصول کرنے بھیجا گیا تھا۔ ۱۸۲۳ء میں دھنا سنگھ اُس فوج کے ہمراہ گیا جو کانگڑے پر اُس وقت قبضہ کرنے کے لئے بھیجی گئی جبکہ راجہ انرودھ چند والئ کانگڑہ راجہ دھیان سنگھ وزیر لاہور کے ساتھ رشتہ داری سے بچنے کے لئے ستلج پار بھاگ گیا تھا سکھوں کی فوج نے حملہ کرکے جب پشاور پر قبضہ کرلیا تو بچتر سنگھ کو شبقدر کی طرف بھیجا گیا جہاں سردار چتر سنگھ اٹاری والے کے زیر اہتمام ایک نئی چھاؤنی ڈالی گئی تھی اور ایک قلعہ بنوایا گیا تھا۔ جب افغان فوج نے اس چھاؤنی اور قلعے اور جمرود کے قلعے پر اپریل ۱۸۳۷ء میں حملہ کیا تو یہ وہیں مقیم تھا۔ اس سکھ فوج کی شکست اور ہری سنگھ نلوہ کی وفات کی خبر دھنا سنگھ کو اُس وقت ملی جبکہ وہ پشاور کی طرف جارہا تھا اس کو حکم ملا کہ راجہ دھیان سنگھ اُس امدادی فوج کے ساتھ شامل ہوجائے جو بڑی عجلت کے ساتھ فوج مذکور کی مدد کے لئے جسے افغانوں نے گھیر لیا تھا اور جو بالکل مغلوب ہوجانے کے قریب تھی بڑھ رہی تھی ٭

جنوری ۱۸۳۹ء میں سرداران بچتر سنگھ اور حکم سنگھ کو شاہ شجاع کے بیٹے شہزادہ تیمور کو پشاور پہنچانے کے لئے بھیجا گیا اور چند مہینے بعد حکم سنگھ شہزادہ نونہال سنگھ کے ہمراہ لاہور آگیا جو اپنے دادا رنجیت سنگھ کی موت کی خبر پاکر جلدی سے لاہور پہنچنے کے لئے روانہ ہوا تھا ٭

213

لڑائیوں میں لڑا اور سنہ ۱۸۰۷ء میں سردار فتح سنگھ کی وفات پر جو نرائن گڑھ میں واقع ہوئی دھنا سنگھ مہاراجہ کی ملازمت میں داخل ہوگیا جس نے اُسے ترنتارن کے نزدیک بلاسر میں ۲۰۰۰ روپیہ مالیت کی ایک جاگیر دی۔ یہ اُن وکیلوں میں سے ایک تھا جن کو رنجیت سنگھ نے وزیر فتح خاں کابل والے کے پاس اُس ملاقات کا انتظام کرنے کے لئے بھیجا تھا جو وزیر اور مہاراجہ کے درمیان جہلم کے مقام پر یکم دسمبر سنہ ۱۸۱۲ء کو ہوئی۔ انہی دنوں میں دھنا سنگھ نے "تلہ گنگ" ضلع جہلم کی ۴۳۰۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیر حاصل کی۔ سنہ ۱۸۱۰ء کی لڑائی میں جو فتح خاں رئیس ساہیوال کے ساتھ ہوئی اس کے چہرے پر ایک زخم آگیا۔ جولائی سنہ ۱۸۱۳ء میں وہ اٹک کی لڑائی میں لڑا جس میں دیوان محکم چند نے فتح خاں بارک زئی کو شکست دی تھی۔ یہ رامدیال اور دل سنگھ نہرنہ کی فوج کے ہمراہ کشمیر کی پہلی لڑائی میں بھی گیا جس میں ناکامی ہوئی اور ایک چھوٹی سی لڑائی میں اس کے بازو پر تلوار کا زخم آگیا۔ سنہ ۱۸۱۸ء میں وہ ملتان کے محاصرے میں بڑی بہادری سے لڑا اور حملہ کرنے والوں کی صف اول میں تھا۔ نواب مظفر خاں کی جڑاؤ تلوار اور ڈھال اس کے ہاتھ آئی جو یہ مہاراجہ کے پاس لے آیا جس نے اسے ۵۰۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیر دی جس کا بعد ازاں تلہ گنگ کے نزدیک ایک اور جاگیر سے تبادلہ کر دیا گیا۔

سنہ ۱۸۱۹ء میں اس نے کشمیر کی دوسری لڑائی میں اور سنہ ۱۸۲۱ء میں مانکیرہ کے محاصرے میں جہاں یہ پھر زخمی ہوگیا خدمات کیں۔ اس وقت دھنا سنگھ مہاراجہ کا بڑا منظور نظر تھا اور بہت کم سردار تھے جن کا رسوخ اس سے زیادہ تھا یا جن کے مشورے کی اس کے مشورے سے زیادہ قدر کی جاتی

سردار جھنڈا سنگھ ملوئی

مل سنگھ

- **سردار دھنا سنگھ** (وفات سنہ ۱۸۴۳ء)
  - ۱ **سردار بچتر سنگھ** (وفات سنہ ۱۸۴۴ء)
    - **سردار کرپال سنگھ** (وفات سنہ ۱۸۵۹ء)
      - **سردار سروپ سنگھ** (وفات سنہ ۱۹۰۴ء)
        - ۱ **سردار جھنڈا سنگھ** (ولادت سنہ ۱۸۹۰ء)
        - ۲ **فتح سنگھ** (ولادت سنہ ۱۸۹۳ء)
  - ۲ **سردار حکم سنگھ** (وفات سنہ ۱۸۴۹ء)

سردار جھنڈا سنگھ مانجھے کے ایک معزز جاٹ خاندان کی اولاد سے ہے جو پہلے موراں کلاں علاقہ نابھہ میں رہا کرتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مل سنگھ جو اس خاندان میں پہلے پہل سکھ ہوا تھا سنہ ۱۷۶۰ء میں نابھہ کو چھوڑ کر پنجاب میں آگیا جہاں یہ سردار چڑت سنگھ سوکر چکیہ کے ہاں سوار بھرتی ہوا اور چند سال بعد دھنّی کی لڑائی میں مارا گیا۔ اس کا بیٹا دھنا سنگھ قریباً سنہ ۱۸۰۰ء میں سردار فتح سنگھ کالیاں والے کی فوج میں سوار بھرتی ہوا اور جلدی ہی رئیس مذکور کا مورد عنایات ہو کر ایک فوج پر اس کو افسری کا عہدہ مل گیا۔ یہ فوج کالیاں والہ میں بھٹی اور قصور کی

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

GSL

سردار فتح سنگھ ملوئی رئیس لاہور

S. Fateh Singh Malwai of Lahore

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

ہیں ملازم ہیں یا وہاں سے پنشنیں پاتے ہیں ؎

یہاں نور محمد خاں رئیس ملتان ڈویژنل درباری اور شاخ خضر خیل کے سرکردہ کا بھی ذکر کرنا چاہئے۔ اس کا باپ مبازرالدین سنہ ۱۸۹۶ء میں فوت ہوا اور اس خاندان کے قبضے میں طرف اسمعیل ضلع ملتان کی صرف تھوڑی سی علے الدوام جاگیر ہے۔ نور محمد خاں کے چچا بہرام خاں کو ۱۲۰۰ روپیہ کی جاگیر مہاراجہ رنجیت سنگھ سے ملی تھی جو الحاق کے موقع پر گھٹا کر نصف کر دی گئی۔ یہ چند سال تک تحصیلدار رہا اور سنہ ۱۸۵۸ء میں جبکہ سپاہیوں کی پلٹنیں ملتان میں باغی ہو گئی تھیں سرکار انگریزی کا وفادار رہا۔ بعد ازاں وہ مکہ معظمہ کو ہجرت کر کے چلا گیا اور وہیں سنہ ۱۸۷۸ء میں فوت ہوا۔ اسے غدر کی خدمات کے صلے میں نقد انعام ملتا تھا جو اس کے تین لڑکوں کے نام جاری رہا ؎

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
ضلع لاہور
GSL

ہے اور آخرالذکر کمشنر لاہور ڈویژن کے دفتر میں ملازم ہے۔ سرفراز خاں کا بھائی امیر باز خاں نواب بہاولپور کا پنشن خوار تھا اور ۸۰۰ روپیہ سالانہ لیتا تھا۔ اس کے بیٹے محمد علی خاں کو بھی جو ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا نواب مذکور اتنی ہی پنشن دیتا تھا۔

ذوالفقار خاں کے بیٹوں میں سے ایک محمد جہانگیر خاں جو ۱۶۲۰ روپیہ پنشن پاتا تھا ۱۸۸۱ء میں فوت ہوا۔ وہ چند سال لاہور کی میونسپل کمیٹی کا ممبر رہا۔ خان احمد یار خاں قسمت لاہور میں نائب تحصیلدار تھا اس کی دوسری بیوی امیر دوست محمد خاں مرحوم والئ کابل کی بھتیجی تھی۔ اُسے ۱۸۷۵ء تک ۱۰۰۰ روپیہ سالانہ وظیفہ امیر کابل سے ملتا رہا جو سن مذکور میں اس واسطے بند ہو گیا کہ اس نے سرکار انگریزی کی ملازمت کر لی تھی۔ وہ ۱۴۴۰ روپیہ سالانہ خاندانی پنشن پاتا تھا اور پراونشل درباری تھا۔ اس کا انتقال ۱۹۰۳ء میں ہوا۔ اس کا پوتا عنایت اللہ خاں صاحب مشنر لاہور کا شرف ہے اور چھ سو روپیہ سالانہ پنشن پاتا ہے۔

فیروزالدین خاں کے لڑکوں میں سے قاسم علی ریاست بہاولپور میں رسالدار رہا۔ اسے سرکار انگریزی سے ۱۲۰۰ روپیہ پنشن بھی ملتی تھی وہ ۱۸۸۱ء میں فوت ہوا۔ اس کا بھائی ہاشم علی خاں بھی نواب بہاولپور کا ملازم اور سرکار انگریزی کا پنشنر تھا۔ اس کا انتقال ۱۸۸۷ء میں ہوا۔ قاسم علی کا بیٹا محمد اعظم علی خاں خاندان کی بڑی شاخ کے افراد میں سب سے زیادہ عمر ہے اور اس لئے اسے خاندان کا بزرگ سمجھنا چاہئے۔

اس خاندان کے نوابان بہاولپور سے ابھی تک تعلقات ہیں۔ ذوالفقار خاں اور حق نواز خاں کی اولاد میں بہت سے ابھی تک ریاست مذکور

MINISTRY OF CULTURE • GOVERNMENT OF INDIA

خاتون تھی اور عبدالکریم خاں کی بیٹی تھی جو کچھ عرصے تک ڈیرہ جات کا ناظم رہا تھا اور جس کا بھائی وزیر شاہ ولی خاں احمد شاہ دُرانی کا وزیر تھا۔ عبدالمجید خاں لاہور میں بڑا معزز تھا جہاں وہ میونسپل کمیٹی کا ممبر اور آنریری مجسٹریٹ تھا۔ یہ بڑا عالم آدمی تھا اور علم طب میں اس کو خوب مہارت تھی۔ سنہ ۱۸۶۴ء میں گورنمنٹ عالیہ نے اسے نواب بنایا اور سنہ ۱۸۷۹ء میں پنجاب یونیورسٹی کا فیلو ہوا۔ نیز کئی سالوں تک میونسپل کمیٹی لاہور کا وائس پریزیڈنٹ بھی رہا۔ سنہ ۱۸۷۷ء میں اسے آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنایا گیا اور سنہ ۱۸۸۷ء میں خطاب سی۔ ایس۔ آئی عطا کیا گیا۔ نواب عبدالمجید خاں نے اپنے رَوَیّے سے ہمیشہ اپنے تئیں گورنمنٹ کا خیر خواہ ثابت کیا۔ وہ موجودہ والیِ کپورتھلہ کے دادا راجہ رنبیر سنگھ کا بڑا دوست تھا جس کی ریاست میں اس نے کچھ عرصہ ملازمت بھی کی تھی اور اس کی خدمات مرحوم راجہ کھڑک سنگھ کی طویل علالت میں بڑی قابل قدر تھیں۔ کپورتھلہ دربار سے اسے کئی سال تک ۳۶۰۰ روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا رہا۔ نواب عبدالمجید خاں سنہ ۱۸۹۰ء میں لاولد فوت ہوا۔

نواب سرفراز خاں کا بیٹا احمد علی خاں سنہ ۱۸۵۴ء میں فوت ہوا۔ وہ سرکار انگریزی سے ۱۲۰۰ روپیہ پنشن پاتا تھا اور ریاست کپورتھلہ اسے ۴۸۰ روپیہ سالانہ وظیفہ دیتی تھی۔ یہ مع اپنے بھائی کے پوتے اعظم علی خاں کے باغبانپورہ (نزد لاہور) کی کچھ زمینوں کا مالک تھا جو اس کے باپ کی قبر کی شکست و ریخت کے لئے براے نام معافی کے طور پر علیحدہ کردی گئی تھیں نیز موضع چوڑا تحصیل شرقپور ضلع لاہور کی ۲۰۰ بیگھہ سے زیادہ اراضی اس کے قبضے میں تھی۔ احمد علیخاں کے دو بیٹے سعادت علی خاں اور مظفر علیخاں نے ایچیسن کالج میں تعلیم پائی۔ اوّل الذکر عہدۂ نائب تحصیلداری کا اُمیدوار

MINISTRY OF CULTURE • GOVERNMENT OF INDIA
CSL

شجاع و ابن الشجاع و حاجی	امیرِ ملتاں زہے مظفر
بروزِ میداں بہ تیغ و بازو	چہ حملہ آورد چوں غضنفر
چو سرخرو شد بسوئے جنت	بگفت رضواں "بیا مظفر"

(یعنی سنہ ۱۲۳۳ ہجری)

اس کا سب سے بڑا بیٹا سرفراز خاں چند سالوں تک نواب رہا تھا اور اس کے باپ نے دربارِ کابل سے اس کی مستقل جانشینی کی سند حاصل کی تھی اب دیوان چند اُسے قیدی بنا کر لاہور لایا جس سے مہاراجہ نے اچھی طرح ملاقات کی اور اسے شرقپور اور نولکھے میں جاگیر دی جو بعد ازاں نقد پنشن سے بدل دی گئی۔ ذوالفقار خاں نے بھی پنشن حاصل کی۔ پہلے پہل سرفراز خاں کی لاہور میں بڑی حفاظت کی جاتی تھی مگر جب مہاراجہ کو حکومتِ ملتان کا کوئی کھٹکا نہ رہا تو اسے بالکل آزادی دیدی گئی اور رنجیت سنگھ اس سے ہمیشہ عزت اور دوستی کے ساتھ برتاؤ کرتا رہا۔ سنہ ۱۸۴۸ء میں سرفراز خاں کا رسوخ سرکار انگریزی کے مُفید مطلب ہوا کیونکہ اس نے اس کے ذریعے سے ملتانی پٹھانوں کو مولراج کی طرفداری سے باز رکھا تھا مگر ان کو اس کا ساتھ دینا کچھ ضروری بھی نہ تھا۔ الحاق کے موقع پر نواب کے پاس موضع چوٹوسا کی ایک ہزار ایک سو روپیہ کی جاگیر تھی اور یہ ۱۴۷۲۰ روپیہ نقد پنشن لیتا تھا۔ یہ پنشن تو اس کی حینِ حیات کے لئے بحال رکھی گئی اور اس کی جاگیر کی بابت یہ قرار پایا کہ اس کے بعد اس کا بیٹا فیروزالدین خاں لے۔ سرفراز خاں آٹھ لڑکے اور سات لڑکیاں چھوڑ کر ۱۲ مارچ سنہ ۱۸۵۱ء میں فوت ہوا اور فیروزالدین خاں نے سنہ ۱۸۵۵ء میں انتقال کیا اور جاگیر سرکار نے ضبط کر لی۔

عبدالمجید خاں شاہ نواز خاں کا اکلوتا بیٹا تھا اسکی ماں بابک بامازئی